ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا
"اور جسے حکمت (علم دین) عطا ہوئی تو بے شک اسے بڑی ہی خیر عطا ہوئی"
جواہر الرشید
یعنی
ہزاروں زریں ملفوظات میں سے منتخب
صد پندِ لقمان
علماء، مفتیان کرام، اساتذہ ومشائخ عظام، طلبہ، صلحاء اور اہل علم کی خدمت میں
گلِ صد برگ
۵
فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
ناشر
الرشید

نام کتاب ← جواہر الرشید (جلد خامس)
وعظ ← فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
تاریخ طبع ← جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ
تعداد ← ۲۲۰۰
مطبع ← قریشی آرٹ پریس۔ فون:- ۶۶۸۶۰۸۴
ناشر ← الرشید

ملنے کا پتہ

کتاب گھر السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد
ناظم آباد۔ کراچی
فون نمبر.....۶۶۸۳۳۰۱ فیکس نمبر.....۶۶۳۶۶۶-۰۲۱

فاروق اعظم کمپوزنگ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
۳۴	⑭ بڑوں کے انقباض کو غفلت مت سمجھو
۳۵	⑮ لاادری علماء کی ڈھال
۳۶	⑯ نفس کو قابو میں رکھنے کا طریقہ
۳۷	⑰ جاہل کا اعتقاد
۳۷	⑱ پیدائشی صفات کا ازالہ ممکن نہیں
۳۸	⑲ انسان کا کمال
۳۹	⑳ محبت کا تقاضا
۳۹	㉑ لوگوں کی واہ واہ تباہ کردیتی ہے
۴۰	قصہ تجمان
۴۱	قاضی جونپور
۴۳	㉒ لغو کھیل
۴۴	مؤمنین کی صفات
۴۶	㉓ سلوک کا مقصد
۴۷	㉔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسا دور
۴۷	㉕ نصیحت کرنے کی قسمیں
۴۸	㉖ خدمات وغیرہ میں تعاون
۴۹	㉗ فضائل سور کے بارے میں منگھڑت روایات
۵۱	㉘ زر ضمانت لینا جائز نہیں
۵۲	㉙ اللہ کے نافرمان کو چھوڑنے کا مطلب
۵۲	㉚ نافرمانی کے ساتھ کثرت مال عذاب ہے
۵۳	㉛ تلاوت بوقت افتتاح مجلس

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
۸۹	⑨٢ مدرسے کے لئے چندہ
٩٣	⑨٣ اللہ کافی ہے
٩٣	⑨۴ مرید یا مرشد
٩۵	"کوئی آپہنچنے" کا قصہ
٩۵	⑨۵ اپنے اقوال واحوال بتانے کی وجہ
٩٧	⑨٦ پردے کے بارے میں ملحدین کا خیال باطل
١٠٠	پردے کی دو قسمیں
١٠٠	① فی نفسہ
١٠٠	② للعارض
١٠١	⑨٧ قبول دعاء دلیل قرب نہیں
١٠۵	⑨٨ نظام الاوقات کی اہمیت
١٠۵	⑨٩ خلاف اسلام رواج خطرۂ ایمان
١٠٦	① حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا قصہ
١٠٨	② حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نکاح ثانی
١٠٨	③ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اور نکاح بیوگان
١٠٩	①٠٠ اخبار بینی کے مفاسد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواہر الرشید

① وفات شیخ کے بعد دوسرے سے تعلق رکھنا:

وصال شیخ کے وقت مجاز بیعت کی حالت دو میں سے ایک ہوگی، یا تو وہ خام ہوگا یا اس میں بقدر ضرورت پختگی آچکی ہوگی۔ کسی کو اجازت بیعت دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس میں پختگی آچکی ہے، خام لوگوں کو بھی اس توقع پر اجازت دے دی جاتی ہے کہ اگر وہ توجہ کریں گے تو ان میں پختگی پیدا ہو جائے گی۔

اگر یہ مجاز بیعت ابھی خام ہے تو اس پر وصال شیخ کے بعد دوسرے شیخ سے اس قسم کا اصلاحی تعلق رکھنا فرض ہے جیسا شیخ اول کے ساتھ تھا، یعنی اطلاع و اتباع کا اہتمام اور اگر اس میں پختگی پیدا ہو گئی ہے تو شیخ ثانی کے ساتھ محض استشارہ کا تعلق رکھنا کافی ہے اطلاع و اتباع لازم نہیں، اہم باتوں میں استشارہ کر لیا کرے، معہذا اس کے مشورے کا اتباع ضروری نہیں، استشارہ سے مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جو مسئلہ درپیش ہے اس کے مختلف پہلو سامنے آجائیں، اس کے بعد اگر مستشار کی رائے بہتر معلوم ہو تو اس کا اتباع کرے اور اگر اپنی رائے صواب نظر آئے تو اس کے مطابق عمل کرے، استشارہ کی یہی حقیقت ہے۔

پختگی کا معیار:

بسا اوقات تسویل نفس سے بہت سے خام بزعم خویش اپنے آپ کو پختہ سمجھنے لگتے ہیں، کسی کے واقعۃً پختہ ہونے کا فیصلہ کرنے کے دو معیار ہیں:

❶ اس وقت کے اکابر مصلحین کاملین کے دلوں میں اس کی محبت ہو، فن اصلاح میں اس کی مہارت کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوں اور جو خدمات دینیہ انجام دے رہا ہو انہیں بنظر تحسین وقعت دیکھتے ہوں۔

❷ اللہ تعالیٰ اس سے جو خدمات دینیہ لے رہے ہوں ان کا صحیح نتیجہ بر آمد ہو رہا ہو، علماء و صالحین کا اس کی طرف رجوع ہو رہا ہو اور اس کی صحبت سے ان کی اصلاح بھی ہو رہی ہو۔

اصلاح کا معیار یہ ہے کہ ظاہری و باطنی گناہ چھوٹ جائیں، فکر آخرت پیدا ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت پیدا ہو جائے کہ دنیا بھر کے تعلقات پر غالب آجائے۔ کیفیات مقصود نہیں۔

یہ دو معیار ہیں پختگی کے، ایک مصلحین کی جانب سے اور دوسرا مستفیدین کی جانب سے۔ اگر یہ مقام حاصل نہیں تو فن اصلاح میں پختہ نہیں خام ہے۔

قسم ثانی میں بھی بعض اوقات مسئلہ کی نوعیت ایسی ہوتی ہے جس میں اپنی رائے کو بالکلیہ فناء کرنا پڑتا ہے، پختگی کے باوجود کسی دوسرے ماہر فن کا اتباع واجب ہوتا ہے۔ جبلی بہ میں پختگی ہو تو وہ بذریعہ فراست و بصیرت ایسے مواقع کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

② حیات شیخ میں دوسرے شیخ کی صحبت:

مسترشدین کی دو حالتیں ہیں:

❶ مبتدی، جس کا شیخ کے ساتھ تعلق ابھی مضبوط نہ ہوا ہو، اس کے لئے دوسرے

شیخ کی صحبت میں بیٹھنا سخت مضر ہے، اس سے اس کے ڈانوا ڈول ہونے کا اندیشہ ہے، جس شیخ کی صحبت میں بھی ایک دوبار بیٹھنے کا اتفاق ہوا بس اسی پر لٹو، نتیجہ یہ کہ کسی در کا بھی نہیں رہے گا، ہر طرف سے محرومی، لہٰذا اس کے لئے دوسرے شیخ کی صحبت میں بیٹھنا جائز نہیں۔

❷ شیخ کے ساتھ ایسا مضبوط تعلق قائم ہو گیا ہو کہ کسی بڑے سے بڑے صاحب تصرف کی صحبت بھی اس تعلق پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

اس کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں:

❶ صحبت شیخ میسر ہو۔ اسے اسی پر اکتفاء کرنا چاہئے، دوسری طرف توجہ یکسوئی میں مخل ہے۔

❷ صحبت شیخ میسر نہ ہو۔ اس حالت میں استفادے کی دو صورتیں ہیں:

❶ معاصی ظاہرہ و رذائل باطنہ سے تزکیہ یا کسی باطنی الجھن کا علاج بذریعہ اطلاع و اتباع، یہ تعلق صرف اپنے ہی شیخ سے رکھے بذریعہ مکاتبہ علاج کروائے، اگر مکاتبہ بھی متعذر ہو تو کسی دوسرے شیخ سے باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کرے۔

❷ بدون تعلق اطلاع و اتباع صرف کسی کی مجلس کی برکت، احوال رفیعہ و اقوال و ارشادات سے استفادہ۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

❶ تزکیہ، معاصی و رذائل اور باطنی مشکلات کا علاج۔

❷ ترقی احوال و مقامات۔

یہ ہر دو قسم کا استفادہ غیر شیخ سے کیا جا سکتا ہے، بلکہ شیخ اول کو چاہئے کہ اگر اسے شیخ ثانی کی صلاحیت پر اعتماد ہو تو مسترشد کی اصلاح و ترقی اور علاج بذریعہ اطلاع و اتباع کی مکمل ذمہ داری اس شیخ کو تفویض کردے جس کی صحبت سے مسترشد کو نفع ہو رہا ہو، اس میں مسترشد و شیخ اول دونوں کا نفع ہے، وھو ظاھر جدا عند اھل الفن وعلیه عملھم، وان فرضنا خفاءہ علی البعض فلا یخفی علی المحق والمحقق۔

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ شیخ اول کی صحبت متعسر ہو مگر بذریعہ مکاتبہ اس سے استفادہ مشکل نہ ہو، اگر مکاتبہ بھی متعسر ہو یا استفادہ کے لئے ناکافی ہو تو اس شیخ سے تعلق ختم کر کے دوسرے سے باضابطہ اطلاع واتباع کا تعلق قائم کرنا واجب ہے۔

③ شیخ کی خدمت میں غیر حاضری کا نقصان:

بلا ضرورت شدیدہ شیخ کی خدمت میں غیر حاضری کا صرف یہی نقصان نہیں کہ ترقی رک جاتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑا نقصان یہ ہے کہ ادبار کا دروازہ کھل جاتا ہے، روز بروز بلکہ لحہ بلحہ شیخ سے بعد بڑھتا رہتا ہے جو بہت خطرناک ہے۔

④ بہتر موت:

اللہ کے سامنے ناک رگڑ رگڑ کر مرنا یہ بہتر ہے ڈاکٹر کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے۔

⑤ ملاقات کا اصول:

کسی سے ملاقات کا اصول یہ ہے کہ اگر ملاقات کی خواہش رکھنے والا بااثر شخص ہو اور اس سے نظریات میں پورا پورا اتفاق نہ ہو تو اس کے پاس جانے کی بجائے کوشش کی جائے کہ وہ آئے اس لئے کہ آنے والے کا اثر نہیں پڑتا بلکہ جس کے پاس گیا ہے اس کا جانے والے پر اثر پڑتا ہے کیونکہ جانے والا تابع ہے اور وہ متبوع۔

اور اگر دونوں کے نظریات میں توافق ہو تو خود جانے میں یہ فائدہ ہے کہ وقت کی پابندی نہیں ہوگی جب چاہیں اٹھ کر چلے آئیں اور دوسرے کے آنے میں اس

کے جانے تک خود پابند ہو کر بیٹھنا پڑے گا، اس لئے خود جانا چاہئے تاکہ آزادی رہے۔

⑥ کسی کے پاس جانے اور واپسی کا صحیح طریقہ:

ایک عام مقولہ مشہور ہے:

آمدن بارادت و رفتن باجازت

عام طور پر دستور بھی ہو گیا ہے کہ لوگ کسی کے پاس بلا اطلاع پہنچ جاتے ہیں اور واپسی پر جانے کی اجازت چاہتے ہیں، یہ قاعدہ شرع و عقل دونوں کے خلاف ہے، صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ اجازت لے کر آئے اور جاتے وقت جب چاہے چلا جائے۔ البتہ کسی بڑے کے ساتھ کوئی خصوصی خادمانہ تعلق ہو تو واپسی پر بلا اجازت چلے جانا صحیح نہیں اس لئے کہ شاید وہ بزرگ اسے کوئی ہدایت کرنا چاہتے ہوں۔

⑦ وقت کی قدر:

لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے بہت وقت ضائع کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحة والفراغ﴾

(بخاری)

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں صحت اور فراغت۔"

اچھے اچھے دیندار بلکہ بہت سے علماء کے دلوں میں بھی وقت کی قدر نہیں، جو بھی آجائے اسی کے ساتھ بیٹھ کر مجلس آرائی شروع کر دیتے ہیں، دنیا دار لوگ دنیا کمانے میں اتنے ہشیار ہیں کہ کسی گہرے سے گہرے دوست کی خاطر بھی اپنی دنیا کا

نقصان نہیں کرتے ان کے دوست بھی دنیاداری میں بہت ہشیار ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی بلا ضرورت ملاقاتیں کر کے اپنا اور اپنے دوستوں کا وقت ضائع نہیں کرتے اس کے برعکس دیندار لوگوں اور مولویوں کا یہ حال ہے کہ وقت بے وقت جب بھی کوئی پہنچ گیا بس اپنے ضروری مشاغل حتی کہ خدمات دینیہ کے بہت اہم کام بھی چھوڑ چھاڑ کر اس کے ساتھ بے ضرورت اور بے مقصد باتوں میں گھنٹوں مشغول رہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ ان کے قلوب میں دین کی اتنی وقعت نہیں جتنی دنیاداروں کے دلوں میں دنیا کی وقعت ہے، بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے، خوب ہشیار رہئے کوئی بھی آجائے اسے بشرط ضرورت صرف بقدر ضرورت ہی وقت دیجئے کسی کی محبت یا مروت میں آکر اپنی آخرت کا نقصان نہ کیجئے، دنیاداروں سے سبق حاصل کیجئے۔

جامع عرض کرتا ہے:

حضرت اقدس محبت، شفقت اور مروت میں اپنی مثال آپ ہیں، یہ حقیقت حضرت اقدس سے قریبی تعلق رکھنے والوں پر روز روشن کی طرح عیاں ہے لیکن کوئی محبت یا مروت آپ کی خدمات دینیہ میں خلل نہیں ڈال سکتی، چنانچہ ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے حضرت اقدس کا یہ طریق کار ہے کہ جب کوئی شخص خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اس سے بات مکمل ہونے کے بعد فرماتے ہیں:

"اب آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔"

جو لوگ کچھ فہم دین رکھتے ہیں وہ تو اتنے سے ارشاد سے ہی چلے جاتے ہیں لیکن بعض نووارد لوگ بیٹھے رہتے ہیں تو انہیں یوں خطاب فرماتے ہیں:

"تشریف لے جائیں۔"

بسا اوقات پھر بھی کچھ بدفہم لوگ بیٹھے رہتے ہیں تو ذرا تیز لہجے میں فرماتے ہیں:

"جائیے۔"

⑧ جہاد کی برکات:

حضرت اقدس کی اسی سال کی عمر میں روس کے مقابلہ میں جہاد چیچنیا کے امیر الجہاد صدر سلیم خان حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے تشریف لائے حضرت سے مل کر بہت خوش ہوئے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر محبت بھری نظر ڈالتے ہوئے جوش مسرت سے بہت پرتپاک لہجے سے پکار اٹھے:

"آپ پورے جوان ہیں، ماشاء اللہ بھرپور شباب ہے شادی کیجئے۔"

حضرت اقدس نے فرمایا:

"یہ تو آپ نے میرے دل کی بات کہی ہے آپ کو کیسے علم ہوا؟"

انہوں نے فرمایا:

"آپ کا چہرہ بتا رہا ہے۔"

حضرت اقدس نے فرمایا:

"آپ کو منجانب اللہ الہام ہوا ہے۔"

انہوں نے فرمایا:

"نہیں چہرے سے ظاہر ہے۔"

حضرت اقدس نے فرمایا:

"میری عمر اسی سال ہے اس عمر میں چہرے سے ایسی قوت اور بھرپور شباب کی ایسی جولانیوں کا نمایاں ہونا جہاد کی برکت ہے۔"

مت پوچھ کہ جوش اٹھتے ہیں کیا کیا مرے دل میں
دن رات بس اک حشر ہے برپا مرے دل میں

جامع عرض کرتا ہے:

جہاد کی برکات متوارثہ میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس مقبول بندے سے جہاد میں بڑی بڑی خدمات لیتے ہیں، جہاد میں نمایاں کارنامے انجام دینے کی توفیق عطاء فرماتے ہیں اسے جہاد کے جذبات رکھنے والی خواتین رشتوں کی بہت زیادہ پیش کش کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس دستور قدیم کے مطابق مرشد المجاہدین عالمی جہاد کے قائد عظیم بلکہ اعظم حضرت اقدس کو بھی جہاد کے جذبات رکھنے والی دنیوی لحاظ سے بھی بہت اونچے خاندانوں کی کئی نوجوان کنواری لڑکیاں نکاح کی پیش کش کررہی ہیں لیکن تاحال حضرت اقدس انہیں باحسن طریق یوں تسلی دے رہے ہیں:

"میرے قلب میں آپ کے اس جذبۂ جہاد کی بہت وقعت ہے مگر فی الحال جہاد ہی کی بعض مصالح کے پیش نظر مزید شادیاں کرنے کا ارادہ نہیں اگر آیندہ کبھی مناسب معلوم ہوا تو آپ کو بتادوں گا، آپ کی خواہش اور جذبۂ جہاد ابھی سے اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا گیا ہے، ابھی سے آپ اس فہرست میں داخل ہوچکی ہیں اور ابھی سے آپ کو اجر ملنا شروع ہوگیا ہے، میں آپ کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں۔"

⑨ وطن جانے کی دعائیں:

مجھے جب کبھی وطن آخرت جانے کا خیال آتا ہے تو دربار میں حاضری کی یہ دعاء پڑھتا ہوں:

﴿لبیک اللھم لبیک﴾

اور کبھی وطن واپس جانے کی یہ دعاء پڑھتا ہوں:

﴿آئبون تائبون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ﴾

⑩ پاس انفاس:

بعض صوفیہ کے ہاں ذکر کا ایک خاص طریقہ رائج ہے جسے "پاس انفاس" کہتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں "سانسوں کا پاس یعنی نگہداشت۔" یہ خود مقصود نہیں بلکہ ذریعہ مقصود ہے، اصل مقصود توجہ الی اللہ پیدا کرنا ہے، اس لئے اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے دوسرے طریقہ سے توجہ الی اللہ حاصل ہو جائے تو مقصد پورا ہو گیا۔ اس طریقے کے نام یعنی "پاس انفاس" سے یہ سبق حاصل کیا جائے کہ کوئی سانس ضائع نہ جائے ہر وقت اور ہر دم توجہ الی اللہ میں ترقی ہوتی رہے ۔

یک چشم زدن غافل ازان شاہ نباشی
باشد کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

"ایک آنکھ جھپکنے کی دیر کے لئے بھی اس بادشاہ سے غافل مت ہو، شاید کہ وہ نگاہ کرم کرے اور تو آگاہ نہ ہو۔"

⑪ دیوبندی جماعت کے برحق ہونے کی علامت:

عام لوگوں سے معلوم کریں یا خود تجربہ کر کے دیکھیں کہ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ شیعہ کا سب سے زیادہ مخالف کون ہے؟ یا شیعہ کو زیادہ خطرہ کس سے ہے؟ تو جواب ملے گا کہ دیوبندیوں سے، پھر پوچھیں کہ قادیانیوں کا یا منکرین حدیث کا غرض یہ کہ تمام بے دین فرقوں کا اصل مقابلہ کس سے ہے؟ تو جواب یہی ملے گا کہ

دیوبندیوں سے اسی طرح غیر مقلدین بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ان کا سب سے زیادہ مقابلہ دیوبندیوں سے ہے۔ یہ دیوبندی جماعت کے برحق ہونے کی واضح اور عام فہم علامت ہے کہ ہر باطل فرقہ سب سے بڑا دشمن انہی کو سمجھتا ہے۔

(۱۲) تیمم میں افراط و تفریط:

مسئلہ یہ ہے کہ پانی کا استعمال مضر ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔ اس میں مضر ہونے کا معیار کیا ہے؟ اس بارے میں لوگ افراط و تفریط میں پڑے ہوئے ہیں، عوام افراط کا شکار ہیں انہوں نے ہر حالت میں وضوء کا اہتمام لازم سمجھ رکھا ہے خواہ پانی نقصان دیتا ہو، مرض بڑھنے کا خطرہ ہو، وہ اس حالت میں بھی تیمم کو جائز نہیں سمجھتے۔ دوسری طرف بعض علماء و مشائخ ایسے ہیں کہ معمولی سا نزلہ ہوا تو تیمم شروع کردیا یہ تفریط ہے۔ بعض ڈاکٹروں سے پوچھا جاتا ہے کہ نزلے میں وضوء کریں یا تیمم؟ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو علماء کا مسئلہ ہے، اس طرح علماء پر ڈالتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ مسئلہ بتانا علماء ہی کا مقام ہے مگر یہ مسئلہ متفرع ہے نقصان دینے یا نہ دینے پر یہ تو ڈاکٹر ہی بتا سکتا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ ڈاکٹر کے کہنے سے یا اپنے تجربے اور تحری کی بناء پر پانی کے استعمال سے مرض بڑھنے کا ظن غالب ہو تو تیمم کرنا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ اس میں مختلف موسموں، مختلف علاقوں مختلف طبائع اور مختلف اوقات سے فرق ہوتا رہے گا، مثلاً نازک مزاج شخص ذرا سا ٹھنڈا پانی استعمال کرلے تو مرض بڑھنے لگتا ہے اس کے لئے تیمم جائز ہے، دوسرے شخص کو ایسا نہیں ہوتا تو اس کے لئے تیمم جائز نہیں، حتی کہ ایک ہی شخص پر مختلف حالتوں میں مختلف حکم ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کہ جب مرض میں سردی کا احساس بڑھ جائے مثلاً ہوا سے بچنے کی خواہش ہو، ٹھنڈی شے کرنٹ جیسی لگے تو تیمم جائز ہے۔

⑬ دین کی ناقدری کی علامت:

عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب دنیا کا کوئی کام کرتے ہیں تو وکیلوں اور ماہرین سے خوب معلومات کرتے ہیں چونکہ دنیا کی اہمیت ہے اس لئے ہر قسم کے خطرات سے بچنے کی فکر ہوتی ہے مگر شرعاً یہ کام کرنا کیسا ہے اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی، مفتی جو کہ اللہ کے قوانین کا ماہر ہوتا ہے اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ شریعت کی رو سے فلاں کام کرنا کیسا ہے؟ یہ دین سے غفلت اور دوری کا نتیجہ ہے اور دینی امور کی ناقدری کی علامت ہے۔

⑭ باکار یا بے کار بنانے کا نسخہ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک بہت پرانا ملفوظ ہے قدیم بلکہ اقدم، میں نے یہ ملفوظ اس وقت پڑھا تھا جبکہ میری عمر ۱۸ سال تھی، فرمایا:

> "کسی کو دنیا سے بے کار اور دین میں کار آمد بنانا ہو تو اسے صوفیوں کے سپرد کردو، کسی کو دین سے بے کار اور دنیا میں کار آمد بنانا ہو تو اسے طبیبوں کے سپرد کردو، کسی کو دین و دنیا دونوں سے بے کار کرنا ہو تو اسے شاعروں کے سپرد کردو۔"

کسی نے پوچھا کہ دین و دنیا دونوں کے لئے کار آمد بنانا ہو تو؟ فرمایا ؏

این خیال است و محال است و جنون

= ممکن نہیں، یہ جو فرمایا کہ دنیا سے بے کار کرنا ہو تو صوفی بنادو اس سے قبیح دنیا مراد ہے یعنی اس میں دنیا کی ہوس نہیں رہے گی۔

⑮ بے دین لوگوں سے سبق:

ایک شخص نے بتایا کہ اس نے ڈاڑھی رکھ لی تو سب گھر والے دشمن ہوگئے حتی

کہ والد نے بھی کہا کہ بوریا بستر باندھ کر گھر سے نکل جاؤ اور کہا کہ انسان بن کر رہنا ہو تو ہمارے گھر میں رہو۔ اسی طرح ایک اور لڑکے نے بتایا کہ جب اس نے ڈاڑھی رکھی تو گھر والوں نے کہا کہ مسلمان بن کر رہنا ہو (یعنی ڈاڑھی منڈا کر رہنا ہو) تو ہمارے گھر میں رہو۔ ایسے قصے سن کر اور ان کے مقابلے میں دیندار گھرانوں کے حالات دیکھ کر بہت درد اٹھتا ہے کہ ان کے گھر میں کوئی ڈاڑھی منڈا دے یا کٹا دے تو اسے گھر سے کیوں نہیں نکالتے؟ یہ الگ بات ہے کہ بسا اوقات گھر سے نکال دینے سے اور زیادہ بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اس صورت میں نکالنا جائز نہیں، میرا مقصد یہ ہے کہ دیندار لوگ اولاد کو دیندار بنانے پر اتنی محنت نہیں کرتے جتنی بے دین لوگ اولاد کو بے دین بنانے پر کرتے ہیں۔

(۱۶) علانیہ فسق فجور دیکھنے پر:

جب بھی کہیں علانیہ فسق و فجور نظر آئے تو دو باتوں کا معمول رکھیں:

❶ یہ کہا کریں:

﴿عسی ان یکون خیرا منا﴾

"شاید یہ ہم سے بہتر ہو۔"

ان کے لئے ہدایت اور اپنے لئے حفاظت کی دعاء بھی کیا کریں۔ کسی کی تحقیر نہ ہو کیا معلوم حالاً یا مآلاً وہ ہم سے بہتر ہو، کیا معلوم ہمارا کیا حال ہوگا، حسب استطاعت ان کی اصلاح کی کوشش اور دعاء کرتے رہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کیا تو عند اللہ مجرم بن جائیں گے۔

❷ یہ دعاء کیا کریں:

﴿الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ﴾

"اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں گناہوں سے بچا رکھا ہے ورنہ ہماری کیا طاقت تھی۔"

(۱۷) زیادہ بے دین کو دیندار بنانے کا زیادہ فائدہ:

جو شخص بے دینی میں بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر کام کرتا ہے اس پر محنت کر کے صحیح بنادیا تو وہ دیندار بن کر بھی اتنے ہی جوش وجذبے سے دین کے کام کرے گا۔

(۱۸) طالبین دنیا سے سبق:

یہ سوچا کریں کہ بے دین لوگ اپنی بے دینی کے مقاصد میں کتنی محنت کرتے ہیں، کیا ہم دین کے کاموں میں اتنی محنت کرتے ہیں؟ اس کے علاوہ یہ سوچیں کہ بے دین لوگ معصیت کے کاموں میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں کرتے علی الاعلان گناہ کرتے رہتے ہیں تو ہم جو آخرت کے طالب ہیں کیوں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے متاثر ہوں، طالب آخرت کا تو یہ حال ہونا چاہئے ؎

عذل العواذل حول قلبی التائه
وهوی الاحبة منه فی سودائه

"ملامت گروں کی ملامت میرے پریشان دل کے اوپر ہی اوپر رہتی ہے اور محبوب کی محبت دل کی گہرائیوں میں بسی ہوئی ہے۔"

(۱۹) جہاد سے متعلق لطیفہ غیبیہ:

احسن الفتاوی جلد ثانی میں تخریج اوقات کے مندرجہ قواعد کے بارے میں ایک سوال آیا، میں نے جواب لکھنے کے لئے احسن الفتاوی کی جلد ثانی سے مقام مطلوب دیکھنے کے لئے کتاب کو کھولا تو مقام مطلوب سے پہلے بالکل قریب ہی صرف تین یا پانچ صفحات کے فاصلے سے کتاب کھلی، کھولتے ہی فوراً جہاں نظر پڑی تو دیکھا کہ

"قندھار"۔ لکھا ہوا ہے اور اس سے پچھلی سطر میں "کابل۔" میں نے اس وقت اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی اور مقام مطلوب نکال کر متعلقہ عبارت پر غور کر کے اس سے متعلق سوال کا جواب لکھا، پھر خیال آیا کہ کتاب میں اس موقع پر قندھار اور کابل کا لفظ کیسے آگیا، میں نے یہ معمی حل کرنے کے لئے اس مقام سے پہلے بلکہ احتیاطاً بعد کے بھی کئی صفحات بار بار بہت غور سے دیکھے مگر یہ الفاظ نظر نہ آئے بلکہ ان الفاظ کا وہاں مندرجہ مباحث سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، پھر میں نے دارالافتاء کے دوسرے علماء کو تلاش کرنے کے لئے کہا وہ بھی حیرت میں ڈوب گئے کہ یہاں تو ان الفاظ کا کوئی موقع ہے ہی نہیں، اس مقام سے آگے پیچھے کتاب کے کئی سو صفحات چھان ڈالے مگر انہیں کہیں بھی یہ الفاظ نظر نہ آئے، بالآخر مجھے اس اعجوبہ قدرت سے یہ یقین ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر تنبیہ ہے کہ غیر ضروری مباحث کی بجائے جہاد کی طرف توجہ رکھنا زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے۔

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ غالباً حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھ رہے تھے کہ مطالعہ کے وقت کتاب سے نقوش غائب ہوگئے صفحات خالی اور بالکل صاف نظر آنے لگے، اپنے استاذ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ ماجرا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ کتابیں پڑھنا چھوڑ دیں اللہ تعالیٰ آپ سے اس سے زیادہ بہتر اور زیادہ اہم کام لینے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے بلند مقام سے نوازا کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بڑے بڑے اکابر علماء آپ کی پالکی کے ساتھ ساتھ برہنہ پاؤں بھاگنے کو بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

جامع عرض کرتا ہے:

حضرت اقدس کے ایک مرید طالب علم جامعہ دارالعلوم کراچی میں پڑھتے تھے انہوں نے بھی اپنا اس قسم کا ایک واقعہ لکھا ہے جو "باب العبر" سے نقل کیا جاتا ہے، لکھتے ہیں:

"ایک بار امتحان کے ایام میں بندہ نے رات کو مطالعہ کے لئے

کتاب اٹھائی تو تقریباً ایک منٹ تک کوئی حرف یا نقش نظر نہیں آرہا تھا بلکہ حضرت والا کی تصویریں ہی نظر آرہی تھیں۔"

(باب العبر قصہ نمبر ۱۳۳)

حضرت اقدس نے فرمایا:

"اس میں منجانب اللہ یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ علم سے مقصد عمل ہے جو اتباع شیخ پر موقوف ہے۔"

۲۰ مزاح بھی ذخیرۂ آخرت:

مزاح میں آخرت کے یہ فائدے ہیں:

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا اجر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مزاح فرمایا کرتے تھے جس کی مثالیں انوار الرشید جلد اول عنوان "مزاح و ظرافت" میں ہیں۔

❷ عجب و کبر سے حفاظت رہتی ہے۔

❸ قلب میں انشراح پیدا ہوتا ہے جو صحت جسمانیہ کے لئے بھی بہت مفید ہونے کی وجہ سے خدمات دینیہ کے لئے معین ہے۔

❹ مسلمان بھائی کا دل خوش کرنے کا اجر ملتا ہے۔

❺ باہم توادد و تحابب کا ذریعہ ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں کے کاموں میں مدد ملتی ہے۔

❻ عوام کو دین کی طرف متوجہ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

❼ علماء و مشائخ طالبین سے کچھ مزاح کا بھی شغل رکھتے رہیں تو ان کے لئے استفادہ سہل ہو جاتا ہے۔

انہی وجوہ سے اہل اللہ مزاح زیادہ کرتے ہیں، ان کا حال یہ ہوتا ہے ۔

دن گزارے ساز میں راتیں گزاریں سوز میں
عمر بھر ہم دن میں بلبل شب میں پروانہ رہے

تو اے افسردہ دل زاہد یکے دربزم رندان شو
بہبنی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا
"اے افسردہ دل زاہد تو کبھی عاشقوں کی محفل میں جاکر دیکھ کہ
لبوں پر خندہ ہے اور دلوں میں آتش عشق۔"

مزاح کرتے وقت اس کے ان فوائد کی نیت بھی کرلیا کریں، نیت کرنے میں یہ فائدے ہیں:

1. مستحب کام میں نیت کرلینے سے اجر بڑھ جاتا ہے۔
2. مزاح میں اعتدال سے تجاوز نہ ہوگا۔
3. کوئی بات خلاف واقعہ صادر نہ ہوگی۔
4. کسی کی ہتک سے احتراز کا اہتمام رہے گا۔
5. توجہ الی اللہ میں خلل نہیں آنے پائے گا بلکہ ترقی ہوگی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ حسب عادت مجلس احباب میں دیر تک مزاح و ظرافت کی باتوں میں مشغول رہے، پھر اچانک سنبھل کر فرمایا: "بتایئے! کسی کی توجہ الی اللہ میں کچھ غفلت تو نہیں آنے پائی؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو کچھ بھی استحضار نہ رہا تھا، آپ نے فرمایا:

"بحمد اللہ تعالیٰ میرے استحضار میں ذرا سا بھی فرق نہیں آیا۔"

﴿۲۱﴾ ایصال ثواب ودعاء مغفرت کا طریقہ:

اگر کوئی ایصال ثواب کے لئے کہے تو جو بھی نیک اعمال کررہے ہوں، خدمات وغیرہ انجام دے رہے ہوں ان میں ایصال ثواب کی نیت کرلیا کریں۔ اگر کسی کے لئے مغفرت کی دعاء کرنی ہو تو اس کی نیت کرکے اللھم اغفرلہ وارحمہ کہہ دیا کریں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی موت کو یاد کرکے آخرت کی فکر پیدا کیا کریں۔

﴿۲۲﴾ رموز اوقاف قرآن کی رعایت واجب نہیں:

قرآن مجید میں جتنے رموز اوقاف ہیں مثلاً کہیں "لا" لکھا ہوتا ہے، کہیں "وقف" لکھا ہوتا ہے، کہیں "وقف لازم" لکھا ہوتا ہے یہ لازم عند المجودین ہے، لازم عند الشریعہ نہیں، اسے لازم سمجھا جاتا ہے حتی کہ اگر کوئی وقف نہ کرے تو اسے گنہگار سمجھا جاتا ہے حالانکہ ان اوقاف تجوید کی رعایت کرنا کلام کے معنی کے اعتبار سے اولی تو ہے مگر واجب نہیں۔

﴿۲۳﴾ گناہوں کا وبال:

والدین کو اللہ نے لڑکا دیا تو اگر وہ لڑکا بنے یعنی ڈاڑھی رکھے ٹخنے سے اوپر کپڑا رکھے تو انہیں اس پر خوش ہونا چاہئے نہ کہ ناراض، اسی طرح اگر لڑکی دی اور وہ لڑکی پردہ کرکے باحیاء بننا چاہتی ہے تو اس پر تو الحمدللہ کہنا چاہئے خوش ہونا چاہئے کیونکہ حیاء تو عورت کا زیور ہے، لیکن یہ گناہوں کا وبال ہے کہ والدین عقل اور شریعت کے خلاف کام کرتے ہیں لڑکے کو لڑکی اور لڑکی کو لڑکا بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ پردہ نہ کرے اور کاروبار وغیرہ کرے۔

۲۴ شادی کے لئے ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں:

اگر ڈاڑھی رکھنے کی وجہ سے کوئی رشتہ نہیں دیتا تو شادی کرنے کے لئے ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں، ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرنا چاہئے کہ استقامت علی الدین کی وجہ سے والدین، برادری، احباب و اقارب وغیرہ ناراض ہوگئے تو گھر بیٹھے ہی جہاد کا اجر مل رہا ہے، ساتھ ہی اپنے لئے دین پر استقامت اور بے دینوں کے لئے ہدایت کی دعاء کا اہتمام رکھا کریں۔

۲۵ غیر منظّم شخص باعث ایذاء:

غیر منظّم شخص کی ایذاء سے کبھی بھی دوسرے لوگ محفوظ نہیں رہ سکتے ضرور اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے گا۔ غیر منظّم شخص اپنی دنیا و آخرت کا نقصان تو کرے گا ہی حتیٰ کہ بسا اوقات ارتکاب حرام تک معاملہ پہنچ جاتا ہے اور ساتھ ہی ایذاء مسلم کا سبب بھی بنے گا۔

۲۶ محرم کے سامنے عورت کا سر کھولنا:

محرم کے سامنے عورت کا سر کھولنا یا باریک دوپٹا سر پر رکھنا جائز تو ہے مگر ایسا کرنے کی عادت پڑ جانے کی وجہ سے غیر محرم کے سامنے یا نماز میں موٹی چادر اوڑھنے میں غفلت کا خطرہ ہو تو حرام ہوگا کیونکہ المباح المفضی الی الحرام حرام، اگر یہ خطرہ نہیں تو محرم کے سامنے سر کھولنا یا باریک دوپٹا اوڑھنا اگرچہ جائز تو ہے مگر بہتر نہیں، خصوصاً مقتدا حضرات کی خواتین تو اس سے ضرور بچیں، بلاضرورت ایسا نہ کریں یہ فساق و فجار اور بے دین و آزاد عورتوں کا شعار ہے پھر اگر سینے پر بھی دوپٹا نہ ہو تو انتہائی درجے کی بے حیائی ہے۔

(۲۷) مدارس کے نصاب کی اصلاح:

ہمارے ہاں نصاب میں کمیت دوسرے مدارس کی بنسبت کم ہے اور کم ہی رہے گی میں دوسرے اہل مدارس کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ نصاب وکتب کم رکھیں، کیفیت، استعداد اور عملی اصلاح کی فکر زیادہ کریں، اگر نصاب کی کمیت کم ہو مگر کیفیت اور عملی اصلاح کی فکر زیادہ ہو تو یہ بدرجہا بہتر ہے۔

تربیت علمیہ وعملیہ کی تفصیل:

اب تربیت علمیہ وعملیہ دونوں کی کچھ تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔

تربیت علمیہ:

❶ نصاب مروج کی منطق وفلسفہ کی نجاسات سے تطہیر کی جائے۔

میں نے ان فنون سے پردہ ہٹا کر بلکہ ان کی تشریح الابدان (پوسٹ مارٹم) کر کے انہیں اندر سے خوب اچھی طرح دیکھا ہے، اس کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ میں نے ان فنون کی ایسی کتب مخطوطہ بھی پڑھی ہیں جو مدعیان منطق وفلسفہ نے کبھی دیکھیں نہ سنیں۔

ان خرافات کی تشنیع وتقبیح پر میرے مفصل بیان کی کیسٹ "دارالافتاء والارشاد" کے دفتر میں محفوظ ہے۔

البتہ فلکیات، ہیئت، ریاضی وحساب بلاشبہہ دین ودنیا دونوں میں نافع بلکہ نہایت ضروری ہیں، مگر ظلم عظیم دیکھئے کہ ان فنون کے نصاب میں کوئی ایک کتاب بھی کسی معیار کی نہیں رکھی گئی، پھر مزید طرفہ یہ کہ ان کتب میں جو کچھ تھوڑے سے مباحث کسی کام کے ہیں ان کے مقاصد، مصارف، طریق استعمال ونتائج سے اساتذہ بھی مکمل طور پر ناواقف اور بالکل کورے ہیں تو وہ طلبہ کو کیا سمجھا سکتے

ہیں؟ ؎

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ باآسمانہا بپرداختی

❷ جامعات میں بہت طویل تقاریر کی جو بدعت چل نکلی ہے اس سے طلبہ کی استعداد تباہ ہورہی ہے۔

اس طرزِ تعلیم سے معلومات میں تو کچھ اضافہ ہوجاتا ہے مگر وہ استعداد جو علوم میں پختگی و رسوخ کی بنیاد ہے بالکل برباد ہوجاتی ہے، لہٰذا اس طریق مفسد سے احتراز لازم ہے۔

❸ نصاب میں زیادہ کتابوں کی بھرمار کی بجائے زیادہ محنت و تمرین پر توجہ دی جائے۔

❹ تعلیم حدیث میں مذاہب ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسائل فرعیہ اجتہادیہ کے بیان میں بہت لمبی چوڑی تقاریر اور مباحث طویلہ میں دماغی، زبانی، قلمی قوی اور اوقات عالیہ و اموال وقف کو ضائع کیا جارہا ہے، اس کا کوئی جواز نہیں، اس کی بجائے طلبہ میں ایسی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے کہ وہ اسلام میں پیدا ہونے والے فتن ارتداد، الحاد، زندقہ اور بدعات و منکرات کا مقابلہ کرسکیں۔

اس پر امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سخت تنبیہ فرمائی ہے، جس کی تفصیل "انوار الرشید" جلد اول، باب "موافقت اکابر" میں نمبر ۲ کے تحت بعنوان "عمر ضائع کردی" ہے۔

تربیت عملیہ:

اصلاح ظاہر و باطن کا بہت اہتمام رکھا جائے، امراض باطن میں سے سب سے بڑا اور مہلک مرض حب دنیا ہے، جس کے دو شعبے ہیں:

❶ حب مال ❷ حب جاہ

حب مال کی بہ نسبت حب جاہ زیادہ خطرناک بھی ہے اور متعسر العلاج بھی۔

مریض حب جاہ کی دو قسمیں ہیں:

❶ احمق۔ یہ اپنے مرض کو چھپا نہیں سکتا، اس کے مرض کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ بھری مجلس میں کسی کی متعفن ریح یا پاخانہ نکل جائے۔

❷ ہشیار و مکار۔ یہ بہت ہی خطرناک ہوتا ہے، لوگوں کے قلوب میں اپنی تعلّی اور دوسروں کی تخفیف ایسی چابکدستی و مکاری سے اتارتا ہے کہ کسی کو پتا ہی نہیں چلتا، زہر کو لقمہ چرب میں ملا کر دیتا ہے، بمطابق قاعدہ:

﴿ان السم فی الدسم﴾

کسی بڑے کو گرا کر اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے اس طرح مکر و فریب سے کام لیتا ہے کہ کبھی کبھار اس بڑے کی تعریف کے کچھ جملے بھی کہتا جائے گا اور ساتھ ہی ایسی تلبیسات سے بھی کام لیتا رہے گا کہ مخاطبین کے ذہن میں غیر شعوری طور پر بتدریج بڑے کی تحقیر و تخفیف اور اس شاطر کی تعلّی و برتری اترتی چلی جائے۔ بالآخر اس مکر و فریب کے ذریعے لوگوں کے قلوب کو متأثر اور اپنا گرویدہ بنا کر بڑے کی حکومت کا تختہ الٹنے اور اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ان خطرناک اور دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کرنے والے امراض سے حفاظت اور فکر آخرت پیدا کرنے کے لئے کسی مصلح باطن سے تعلّق قائم کرنا ضروری ہے۔

نفس نتوان کشت الا ظل پیر

دامن این نفس کش را واگیر

(۲۸) مدارس اور خانقاہیں دین کے کارخانے:

مدارس اور خانقاہوں کا کام بنیادی اور پورے دین کا موقوف علیہ ہے۔ دینی مدارس اور خانقاہیں دین کا مال تیار کرنے کے کارخانے ہیں اور دور افتادہ عوام تک پہنچانے والے پھیری والے ہیں، اگر کارخانوں میں مال ہی تیار نہیں ہوگا تو پھیری والے کہاں سے لیں گے، یہ بنیادی کام ہے، اس کی اہمیت کی وجہ سے اہل مدارس پر فرض ہے کہ جو متعلم بھی آجائے بلا سوچے سمجھے ہر گدھے خچر کو داخل نہ کیا کریں، یہ ناجائز ہے، امتیاز کریں جن میں کچھ استعداد ہو اور کچھ صلاحیت پیدا ہونے کی توقع ہو اسے علم پڑھائیں ورنہ تو بس بہشتی زیور وغیرہ پڑھا کر دین کے کسی دوسرے کام میں لگادیں۔

(۲۹) ضعیف حدیث پر عمل کی شرائط:

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرطیں ہیں:

(۱) زیادہ ضعف نہ ہو، یعنی اس کا راوی کاذب یا متہم بالکذب نہ ہو، بلکہ ضعف حافظہ وغیرہ کی وجہ سے ہو، فسق راوی کی وجہ سے نہ ہو سب راوی ثقہ ہوں۔

(۲) وہ روایت کسی قاعدہ شرعیہ مسلمہ کے تحت داخل ہو یعنی قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اس عمل کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھ کر عمل نہ کیا جائے اور نہ روایت کے حدیث ہونے کا یقین و اعتقاد ہو اور نہ ہی ظن غالب، محض امر مباح سمجھ کر اس کام کو کیا جائے امر شرعی نہ سمجھا جائے۔

ضعیف حدیث کو روایت کرنے کے لئے یہ شرائط ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسے بلا بیان ضعف روایت نہ کیا جائے اور یوں بھی نہ کہا جائے:

﴿قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا وکذا﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔"

یہ احتیاط نہ کرنے سے لوگ اسے واقعۃً حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد کرکے عمل کریں گے، اسے تمریض کے صیغوں میں سے کسی صیغے سے بیان کیا جائے مثلاً ورد کذا، جاء کذا، روی کذا وغیرھا۔ یہ بھی ان لوگوں کے سامنے جو تمریض کے صیغوں کو سمجھتے ہوں، عوام تو ان کا مطلب نہیں سمجھتے، لہٰذا عوام کے سامنے بلا صراحت ضعف نقل کرنا جائز نہیں (رد المحتار صفحہ ۱۲۸ جلد ۱)

۳۰ صفائی معاملات:

صفائی معاملات جیسی خوبی اور ایسے مؤکد حکم شرعی کو لوگ فساد زمان و فتور اذہان کی وجہ سے بہت بڑا عیب اور انتہائی ذلت کا باعث سمجھنے لگے ہیں، حالانکہ اس حکم الٰہی پر عمل کرنے سے آخرت کی راحت کے علاوہ دنیا میں بھی جان و مال اور عزت کی بھی حفاظت ہوتی ہے، راحت و سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے، اور اس میں غفلت و سہل انگاری سے دین و دنیا دونوں برباد، دنیا کے ساتھ آخرت بھی تباہ، دونوں جہانوں میں رسوائی و ذلت۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سب سے پہلا حملہ عقل پر ہوتا ہے، دل و دماغ پر اس کا ایسا وبال پڑتا ہے کہ عقل بالکل مسخ ہو جاتی ہے، اس کا ایسا دیوالا نکلتا ہے کہ اپنے نفع و نقصان میں تمیز نہیں کر پاتا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

﴿نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم﴾ (۵۹ - ۱۹)

"انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں ان کا نفع و نقصان بھلوا دیا۔"

مسموم و ماؤف دماغ عزت کو ذلت اور ذلت کو عزت سمجھنے لگتا ہے، ایسے شخص کے سامنے صفائی معاملات کی بات کی جائے تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے، مثلاً اگر

کسی کو سمجھایا جائے کہ گھر میں میاں بیوی کے سامان میں امتیاز رکھنا ضروری ہے، ہر چیز کے بارے میں یہ علم ہونا چاہئے کہ یہ دونوں میں سے کس کی ہے؟ تو وہ بہت تعجب سے کہتا ہے کہ اجی! میاں بیوی تو دونوں ایک ہی ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ ایک کہاں ہو؟ کھاتے دو منہ سے ہو نکالتے دو راستوں سے ہو پھر ایک کیسے ہو گئے؟ اور کوئی اس سے بھی بڑھ کر یوں کفر بکتا ہے کہ ایسا معاملہ تو کہیں پسماندہ لوگوں میں ہوتا ہوگا، معزز اور شریف خاندانوں میں تو اس قسم کا بٹوارا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ایسے ہی احمقوں کے بارے میں حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

آخر آدم زادہ ای اے ناخلف
چند پنداری تو پستی راشرف

"ارے نالائق بیٹے! آخر تو آدم زادہ ہے تو کب تک ذلت کو عزت و شرف سمجھتا رہے گا۔"

پھر جب طلاق ہو جاتی ہے تو مفتیوں کے پاس بھاگے آتے ہیں کہ حضور! یہ سامان کسے ملے گا؟ یہ مفتی سے پوچھتے ہیں اور مفتی ان سے پوچھتا ہے کہ آپ بتائیں کہ اس کا مالک کون ہے؟ بس جو مالک ہے اسی کو ملے گا۔ اگر طلاق نہ بھی ہوئی تو بہر حال موت سے تو کوئی مفر ہے ہی نہیں، جب کسی چیز کا مالک ہی معلوم نہیں تو وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

(۳۱) نالائق مرید:

کسی نے بتایا کہ حضرت اقدس کا ایک مرید جو تبلیغی جماعت میں بھی کچھ کام کرتا ہے بینک والوں کے ہاں دعوت کھا لیتا ہے، پوچھنے پر بتاتا ہے کہ جوڑ پیدا کرنے کے لئے کرتا ہوں۔ فرمایا کہ ایسے بے دین مرید کو بھگاؤ جو جوڑ پیدا کرنے کے لئے پاخانہ

(سود) کھالیتا ہے، بڑا نالائق اور خبیث مرید ہے۔

(۳۲) ترک معاصی سکون قلب:

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گناہ کرنے سے دل بہل جاتا ہے، مجھ سے لوگ اس قسم کے سوال پوچھتے رہتے ہیں کہ مثلاً بیمار شخص دل بہلانے کے لئے ٹی وی دیکھ سکتا ہے؟ یا فلاں فلاں کھیل کھیل سکتا ہے؟ یا ذہنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے گانا سن سکتا ہے؟ حتی کہ یہاں تک سنا ہے کہ بعض ڈاکٹر مریضوں کا دل بہلانے کے لئے اپنے ہسپتالوں میں ٹی وی رکھتے ہیں، ناجائز اور حرام کام سے دل بہلانا جائز نہیں، دل بہلانے کے بہت سے جائز طریقے بھی ہیں انہیں اختیار کیا جائے۔ گناہ کرنے سے اگر بظاہر مرض کو فائدہ ہو تو بھی گناہ گناہ ہی ہے ناجائز ہے، شیطان نے اپنے کسی چیلے کے ذہن میں القاء کردیا ہوگا کہ گناہ کرنے سے دل بہلتا ہے، ذہنی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور طبیعت ٹھیک رہتی ہے، خوب سمجھ لیں کہ حرام کام سے دل بہلنا اور طبیعت ٹھیک ہونے کا خیال شیطانی فریب ہے، اگر اس سے کچھ دیر کے لئے سکون مل بھی گیا تو وہ عارضی ہوگا بعد میں پریشانی اور تکلیف اور زیادہ بڑھے گی، جیسے خارش کے مریض کو کھجانے میں مزا آتا ہے، مگر اس سے مرض بڑھ جاتا ہے، جتنا کھجاتا جائے گا مرض بڑھتا جائے گا۔ ذہنی تھکاوٹ دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے بڑے اچھے اچھے نسخے ہیں مثلاً قرآن مجید کے قصے، تلاوت، ذکر، جنت کی نعمتوں کا استحضار، وعظ کی کیسٹ سننا، گلکاری، پھول اور پودے دیکھنا وغیرہ سینکڑوں اچھے اچھے نسخے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ جنہیں گناہوں کی چاٹ لگ جاتی ہے انہیں حرام کاموں میں ہی مزا آتا ہے لیکن یہ مزا عارضی ہوتا ہے کیونکہ مصیبت و پریشانی کا علاج معصیت سے نہیں ترک معاصی سے ہوتا ہے، انسان ذرا سی ہمت کرے اور صبر سے کام لے، فرمایا:

(سود) کھالیتا ہے، بڑا نالائق اور خبیث مرید ہے۔

﴿۳۲﴾ ترکِ معاصی سکونِ قلب:

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گناہ کرنے سے دل بہل جاتا ہے، مجھ سے لوگ اس قسم کے سوال پوچھتے رہتے ہیں کہ مثلاً بیمار شخص دل بہلانے کے لئے ٹی وی دیکھ سکتا ہے؟ یا فلاں فلاں کھیل کھیل سکتا ہے؟ یا ذہنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے گانا سن سکتا ہے؟ حتی کہ یہاں تک سنا ہے کہ بعض ڈاکٹر مریضوں کا دل بہلانے کے لئے اپنے ہسپتالوں میں ٹی وی رکھتے ہیں، ناجائز اور حرام کام سے دل بہلانا جائز نہیں، دل بہلانے کے بہت سے جائز طریقے بھی ہیں انہیں اختیار کیا جائے۔ گناہ کرنے سے اگر بظاہر مرض کو فائدہ ہو تو بھی گناہ گناہ ہی ہے ناجائز ہے، شیطان نے اپنے کسی چیلے کے ذہن میں القاء کردیا ہوگا کہ گناہ کرنے سے دل بہلتا ہے، ذہنی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور طبیعت ٹھیک رہتی ہے، خوب سمجھ لیں کہ حرام کام سے دل بہلنا اور طبیعت ٹھیک ہونے کا خیال شیطانی فریب ہے، اگر اس سے کچھ دیر کے لئے سکون مل بھی گیا تو وہ عارضی ہوگا بعد میں پریشانی اور تکلیف اور زیادہ بڑھے گی، جیسے خارش کے مریض کو کھجانے میں مزا آتا ہے، مگر اس سے مرض بڑھ جاتا ہے، جتنا کھجاتا جائے گا مرض بڑھتا جائے گا۔ ذہنی تھکاوٹ دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے بڑے اچھے اچھے نسخے ہیں مثلاً قرآن مجید کے قصے، تلاوت، ذکر، جنت کی نعمتوں کا استحضار، وعظ کی کیسٹ سننا، گلکاری، پھول اور پودے دیکھنا وغیرہ سینکڑوں اچھے اچھے نسخے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ جنہیں گناہوں کی چاٹ لگ جاتی ہے انہیں حرام کاموں میں ہی مزا آتا ہے لیکن یہ مزا عارضی ہوتا ہے کیونکہ مصیبت و پریشانی کا علاج معصیت سے نہیں ترکِ معاصی سے ہوتا ہے، انسان ذرا سی ہمت کرے اور صبر سے کام لے، فرمایا:

(سود) کھالیتا ہے، بڑا نالائق اور خبیث مرید ہے۔

۳۴ ترک معاصی سکون قلب:

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گناہ کرنے سے دل بہل جاتا ہے، مجھ سے لوگ اس قسم کے سوال پوچھتے رہتے ہیں کہ مثلاً بیمار شخص دل بہلانے کے لئے ٹی وی دیکھ سکتا ہے؟ یا فلاں فلاں کھیل کھیل سکتا ہے؟ یا ذہنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے گانا سن سکتا ہے؟ حتی کہ یہاں تک سنا ہے کہ بعض ڈاکٹر مریضوں کا دل بہلانے کے لئے اپنے ہسپتالوں میں ٹی وی رکھتے ہیں، ناجائز اور حرام کام سے دل بہلانا جائز نہیں، دل بہلانے کے بہت سے جائز طریقے بھی ہیں انہیں اختیار کیا جائے۔ گناہ کرنے سے اگر بظاہر مرض کو فائدہ ہو تو بھی گناہ گناہ ہی ہے ناجائز ہے، شیطان نے اپنے کسی چیلے کے ذہن میں القاء کردیا ہوگا کہ گناہ کرنے سے دل بہلتا ہے، ذہنی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور طبیعت ٹھیک رہتی ہے، خوب سمجھ لیں کہ حرام کام سے دل بہلنا اور طبیعت ٹھیک ہونے کا خیال شیطانی فریب ہے، اگر اس سے کچھ دیر کے لئے سکون مل بھی گیا تو وہ عارضی ہوگا بعد میں پریشانی اور تکلیف اور زیادہ بڑھے گی، جیسے خارش کے مریض کو کھجانے میں مزا آتا ہے، مگر اس سے مرض بڑھ جاتا ہے، جتنا کھجاتا جائے گا مرض بڑھتا جائے گا۔ ذہنی تھکاوٹ دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے بڑے اچھے اچھے نسخے ہیں مثلاً قرآن مجید کے قصے، تلاوت، ذکر، جنت کی نعمتوں کا استحضار، وعظ کی کیسٹ سننا، گلکاری، پھول اور پودے دیکھنا وغیرہ سینکڑوں اچھے اچھے نسخے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ جنہیں گناہوں کی چاٹ لگ جاتی ہے انہیں حرام کاموں میں ہی مزا آتا ہے لیکن یہ مزا عارضی ہوتا ہے کیونکہ مصیبت وپریشانی کا علاج معصیت سے نہیں ترک معاصی سے ہوتا ہے، انسان ذرا سی ہمت کرے اور صبر سے کام لے، فرمایا:

(سود) کھالیتا ہے، بڑا نالائق اور خبیث مرید ہے۔

۳۲ ترک معاصی سکون قلب:

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گناہ کرنے سے دل بہل جاتا ہے، مجھ سے لوگ اس قسم کے سوال پوچھتے رہتے ہیں کہ مثلاً بیمار شخص دل بہلانے کے لئے ٹی وی دیکھ سکتا ہے؟ یا فلاں فلاں کھیل کھیل سکتا ہے؟ یا ذہنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے گانا سن سکتا ہے؟ حتی کہ یہاں تک سنا ہے کہ بعض ڈاکٹر مریضوں کا دل بہلانے کے لئے اپنے ہسپتالوں میں ٹی وی رکھتے ہیں۔ ناجائز اور حرام کام سے دل بہلانا جائز نہیں، دل بہلانے کے بہت سے جائز طریقے بھی ہیں انہیں اختیار کیا جائے۔ گناہ کرنے سے اگر بظاہر مرض کو فائدہ ہو تو بھی گناہ گناہ ہی ہے ناجائز ہے، شیطان نے اپنے کسی چیلے کے ذہن میں القاء کردیا ہوگا کہ گناہ کرنے سے دل بہلتا ہے، ذہنی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور طبیعت ٹھیک رہتی ہے، خوب سمجھ لیں کہ حرام کام سے دل بہلنا اور طبیعت ٹھیک ہونے کا خیال شیطانی فریب ہے، اگر اس سے کچھ دیر کے لئے سکون مل بھی گیا تو وہ عارضی ہوگا بعد میں پریشانی اور تکلیف اور زیادہ بڑھے گی، جیسے خارش کے مریض کو کھجانے میں مزا آتا ہے، مگر اس سے مرض بڑھ جاتا ہے، جتنا کھجاتا جائے گا مرض بڑھتا جائے گا۔ ذہنی تھکاوٹ دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے بڑے اچھے اچھے نسخے ہیں مثلاً قرآن مجید کے قصے، تلاوت، ذکر، جنت کی نعمتوں کا استحضار، وعظ کی کیسٹ سننا، گلکاری، پھول اور پودے دیکھنا وغیرہ سینکڑوں اچھے اچھے نسخے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ جنہیں گناہوں کی چاٹ لگ جاتی ہے انہیں حرام کاموں میں ہی مزا آتا ہے لیکن یہ مزا عارضی ہوتا ہے کیونکہ مصیبت و پریشانی کا علاج معصیت سے نہیں ترک معاصی سے ہوتا ہے، انسان ذرا سی ہمت کرے اور صبر سے کام لے، فرمایا:

(سود) کھالیتا ہے، بڑا نالائق اور خبیث مرید ہے۔

(۳۲) ترک معاصی سکون قلب:

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گناہ کرنے سے دل بہل جاتا ہے، مجھ سے لوگ اس قسم کے سوال پوچھتے رہتے ہیں کہ مثلاً بیمار شخص دل بہلانے کے لئے ٹی وی دیکھ سکتا ہے؟ یا فلاں فلاں کھیل کھیل سکتا ہے؟ یا ذہنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے گانا سن سکتا ہے؟ حتی کہ یہاں تک سنا ہے کہ بعض ڈاکٹر مریضوں کا دل بہلانے کے لئے اپنے ہسپتالوں میں ٹی وی رکھتے ہیں، ناجائز اور حرام کام سے دل بہلانا جائز نہیں، دل بہلانے کے بہت سے جائز طریقے بھی ہیں انہیں اختیار کیا جائے۔ گناہ کرنے سے اگر بظاہر مرض کو فائدہ ہو تو بھی گناہ گناہ ہی ہے ناجائز ہے، شیطان نے اپنے کسی چیلے کے ذہن میں القاء کردیا ہوگا کہ گناہ کرنے سے دل بہلتا ہے، ذہنی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور طبیعت ٹھیک رہتی ہے، خوب سمجھ لیں کہ حرام کام سے دل بہلنا اور طبیعت ٹھیک ہونے کا خیال شیطانی فریب ہے، اگر اس سے کچھ دیر کے لئے سکون مل بھی گیا تو وہ عارضی ہوگا بعد میں پریشانی اور تکلیف اور زیادہ بڑھے گی، جیسے خارش کے مریض کو کھجانے میں مزا آتا ہے، مگر اس سے مرض بڑھ جاتا ہے، جتنا کھجاتا جائے گا مرض بڑھتا جائے گا۔ ذہنی تھکاوٹ دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے بڑے اچھے اچھے نسخے ہیں مثلاً قرآن مجید کے قصے، تلاوت، ذکر، جنت کی نعمتوں کا استحضار، وعظ کی کیسٹ سننا، گلکاری، پھول اور پودے دیکھنا وغیرہ سینکڑوں اچھے اچھے نسخے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ جنہیں گناہوں کی چاٹ لگ جاتی ہے انہیں حرام کاموں میں ہی مزا آتا ہے لیکن یہ مزا عارضی ہوتا ہے کیونکہ مصیبت و پریشانی کا علاج معصیت سے نہیں ترک معاصی سے ہوتا ہے، انسان ذرا سی ہمت کرے اور صبر سے کام لے، فرمایا:

﴿یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ان اللّٰہ مع الصّٰبرین ۝﴾ (۲ - ۱۵۳)

ہمت اور صبر سے کام لو اور صبر کی مشق نماز سے کرو (نماز سے صبر کی مشق کی تفصیل وعظ "محبت الٰہیہ" میں ہے۔ جامع)

ذرا سی ہمت تو کرو پھر آگے سارا کام تمہیں خود نہیں کرنا پڑے گا بلکہ:

﴿ان اللّٰہ مع الصّٰبرین ۝﴾

ہم تمہارے ساتھ ہیں، ارے حرام کاموں میں سکون ڈھونڈنے والو! تمہیں اللہ کے وعدوں پر یقین کیوں نہیں آتا؟

۳۳ ام الامراض:

کسی سے مشورہ نہ لینا ام الامراض ہے اور اگر اس خودی کو چھپایا جائے تو یہ مرض اور بڑھتا ہے، کسی مصلح سے ایسا تعلق نہ رکھنا اور یہ نہ پوچھنا کہ فلاں حالت میں میرے لئے فلاں کام کرنا کیسا ہے؟ یہ طریقہ بہت غلط ہے، جب بھی اس قسم کی ضرورت پیش آئے ضرور پوچھ لیا جائے کہ یہ کام اس مقصد کے لئے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اکابر کا ملفوظ ہے:

"خود کو مستقل بالذات سمجھنے والا مستقل بدذات ہے۔"

۳۴ بڑوں کے اغماض کو غفلت مت سمجھو:

جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو نو عمر لوگ اس کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ اسے ہماری باتوں وغیرہ کا کچھ علم نہیں حالانکہ اسے ان کے حالات کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

۳۵ لا ادری علماء کی ڈھال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۝﴾ (۱۷-۸۵)

"تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔"

کسی کو اپنے علم پر مغرور نہیں ہونا چاہئے جبکہ ساری مخلوق کا علم قلیل ہے تو ان میں سے ایک شخص کا علم تو بہت ہی قلیل ہوگا۔

کسی بڑھیا نے ایک عالم سے مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے جواب میں فرمایا: لا ادری۔ "میں نہیں جانتا" بڑھیا نے ناراض ہو کر کہا کہ تنخواہ کس چیز کی لیتے ہو؟ انہوں نے جواب میں فرمایا:

> "میں اپنی معلومات کی تنخواہ لیتا ہوں جو بہت تھوڑی سی ہیں، اگر مجہولات کی بھی لینے لگوں تو قارون کا خزانہ بھی کافی نہ ہوگا۔"

کسی مفتی سے کسی دیہاتی نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بھی یونہی فرمایا: لا ادری۔ "مجھے معلوم نہیں۔"

تو اس نے کہا کہ تنخواہ کاہے کی لیتے ہو؟ مفتی صاحب نے فرمایا:

> "اپنی معلومات کی تنخواہ لیتا ہوں جو بہت تھوڑی سی ہیں، اگر مجہولات کی بھی تنخواہ لوں تو تیرے سارے اونٹ مل کر بھی پوری نہیں کر سکتے۔"

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے اڑتالیس مسئلے پوچھے آپ نے بتیس مسائل کے بارے میں فرمایا: لا ادری۔

کسی دوسرے موقع پر کسی نے آپ سے چالیس مسئلے پوچھے تو آپ نے صرف پانچ کا جواب دیا باقی سب کے بارے میں فرمایا: لا ادری۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿جنة العالم "لا ادری" اذا اغفله اصيبت مقاتله﴾

"لا ادری (میں نہیں جانتا) عالم کی ڈھال ہے اگر اس نے اس کے استعمال میں غفلت کی تو گویا قتل ہو گیا۔"

ایک بار حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس میں لوگوں سے فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھو فوراً برجستہ جواب دوں گا۔ لوگ یہ سن کر بہت حیران ہوئے کہ حضرت میں تو تواضع بہت زیادہ ہے ہمیشہ اپنے عجز کی ہی بات کرتے ہیں بڑے بڑے نکات بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

"میں تو ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں علماء کی شان تو بہت بلند ہے۔"

آج یہ کیا قصہ ہو گیا بھرے مجمع میں اتنا بڑا دعویٰ کیسے کر دیا۔

پھر آپ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی:

"جو چاہو سوال کرو جس کا جواب معلوم ہو گا بتادوں گا اور اگر معلوم نہ ہوا تو کہہ دوں گا کہ مجھے معلوم نہیں۔"

(۳۶) نفس کو قابو میں رکھنے کا طریقہ:

اگر ہر خواہش اور ہر کام میں نفس کا اتباع کرنے لگیں تو ہوتے ہوتے نفس متبوع اور آپ تابع بن جائیں گے، پھر ناجائز کاموں اور خواہشات نفسانیہ میں بھی نفس اپنی بات آپ سے منوالے گا اور گناہ میں مبتلا کر کے رسوا کر دے گا۔ نفس کے شر سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر نفس کوئی خواہش کرے تو فوراً تو یہ جواب دیا کہ نہیں کروں گا، بعد میں اس کے بارے میں سوچیں اگر ناجائز کام تھا تو کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اگر جائز خواہش تھی تو کچھ ڈھیل دے دیں نفس کی جائز

خواہشات بھی سب نہ مانیں بلکہ پچاس فیصد مان لیں اور نصف رد کریں، اگر نفس کی ہر جائز خواہش پوری کردی کسی کو بھی رد نہ کیا تو نفس غالب ہو جائے گا۔

﴿۳۷﴾ جاہل کا اعتقاد:

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے تھے معلوم نہیں کہ اس مثال کی ابتداء انہی سے ہوئی یا اوپر سے چلی آتی ہے، فرماتے تھے:

﴿اعتقاد الجاهل كذكر الحمار اذا دخل دخل كله واذا خرج خرج كله﴾

"جاہل کا اعتقاد گدھے کے عضو مخصوص کی طرح ہے داخل ہوتا ہے تو پورا نکل جاتا ہے تو پورا۔"

جاہل کے اعتقاد میں اعتدال نہیں ہوتا افراط و تفریط کا شکار ہوتا ہے، جس پر جم گیا تو اتنا سخت اور اتنا زیادہ کہ گویا عشق میں مراہی جارہا ہے اور جس سے اعتقاد اٹھ گیا تو پورا ہی اٹھ گیا، جاہل کسی کو نیک سمجھ لے، رونا دھونا دیکھ لے تو اس کے ہاتھ پاؤں چومنے کو تیار ہو جاتا ہے اور اگر کبھی اس سے کوئی تھوڑی سی غلطی ہو گئی تو سارا اعتقاد ختم بلکہ بدگمانی۔ جاہل سے مراد وہ ہے جس کی صحیح تربیت نہ ہوئی ہو خواہ عالم ہو یا عامی۔

﴿۳۸﴾ پیدائشی صفات کا ازالہ ممکن نہیں:

انسان کی پیدائشی صفات کا ازالہ نہیں ہو سکتا، امالہ کیا جا سکتا ہے۔ جتنی بھی صفات ہیں وہ فی نفسہا نہ محمود ہیں نہ مذموم، ان کے مصارف و متعلقات محمود یا مذموم ہوتے ہیں مثال کے طور پر غصہ فی نفسہ بری چیز ہے نہ اچھی، اگر خواہشات نفسانیہ سے ہو تو برا ہے اور اگر حدود شرعیہ کے تحت ہو تو اچھا ہے۔

۳۹ انسان کا کمال:

انسان کتنا بڑا صاحب کمال ہو اس سے غلطی ہو جانا کوئی عیب یا نقص نہیں بلکہ کئی اعتبار سے مفید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿کل بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التوابون﴾

(ترمذی)

"آدم کے سب بیٹے بہت خطا کار ہیں اور بہت خطا کاروں میں بہتر بہت توبہ کرنے والے ہیں۔"

اول الناس اول ناس، سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وہی سب سے پہلے بھولے، غلطی انسان کا کمال ہے عیب نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلطی میں مبتلا کرنے اور پھر توبہ و استغفار کی توفیق دینے میں کئی فائدے ہوتے ہیں:

❶ درجات میں پہلے سے کہیں زیادہ ترقی ہوتی ہے وہ ہاتھ سے پکڑ کر عرش تک پہنچا دیتے ہیں۔

چون بر آرند از پریشانی حنین
عرش لرزد از انین المذنبین
این چنین لرزد کہ مادر بر ولد
دست شان گیرد بیالا می کشد

"کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جانے پر ندامت و پریشانی سے چیختے ہیں تو ایسے گنہگاروں کے رونے سے عرش لرز اٹھتا ہے، ایسے لرزتا ہے جیسے ماں بچے پر، ان کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔"

سالوں کی نفل عبادت سے وہ ترقی نہیں ہوتی جو گناہ ہو جانے پر توبہ و ندامت

سے ہوتی ہے، انسان بہت بلند درجات پر پہنچ جاتا ہے۔

۲ عجب سے حفاظت رہتی ہے، عجب پیدا ہونے کا خطرہ ہو یا پیدا ہو گیا ہو تو کوئی گناہ سرزد ہو جانے سے اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ ارے نالائق! تو خود کو بہت کچھ سمجھتا ہے جبکہ ابھی تک تو تجھ سے گناہ بھی نہیں چھوٹے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جان بوجھ کر گناہ کرتا رہے، مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کے باوجود کبھی کبھار کوئی خطا صادر ہو جائے، ہر قسم کے ظاہری و باطنی گناہوں سے بچنے کی کوشش میں لگے رہنا فرض ہے اور اس مقصد کے لئے کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق رکھنا ضروری ہے۔

اس پر کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ حدیث میں تو "خطاء" کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: "بہت خطائیں کرنے والا۔" اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے سامنے بندے سے کبھی کبھار کوئی ادنیٰ سی خطا صادر ہو جانا بھی کئی خطاؤں سے بڑھ کر ہے، پھر لفظ "خطا" بھی بتا رہا ہے کہ اس سے قصداً کسی گناہ کا ارتکاب مراد نہیں۔

۴۰ محبت کا تقاضا:

جس کے ساتھ جتنی محبت زیادہ ہو اتنی ہی اس کی نگرانی و حفاظت کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے تاکہ یہ اچھے سے اچھا بنے، یہ حقوق محبت سے ہے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

۴۱ لوگوں کی واہ واہ تباہ کر دیتی ہے:

عجب تمام نیکیوں کی بربادی کا سبب بنتا ہے، لوگوں نے ذرا ہاتھ چوم لئے اور واہ واہ کر دی تو واقعۃً سمجھ لیا کہ میں ایسا ہو گیا، کسی نے اپنا گھوڑا دلال کو فروخت کرنے

کے لئے دیا، دلال نے گھوڑا فروخت کرنے کے لئے خریدار سے اس کی ایسی ایسی خوبیاں گنوائیں اور تعریفیں کیں کہ کچھ نہ پوچھیں، مالک بھی ساتھ ہی تھا اس نے جو اتنی تعریفیں سنیں تو بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ رہنے دو میں یہ گھوڑا فروخت نہیں کروں گا۔ اسے اپنے پاس ہی رکھوں گا۔ مرض عجب ایسا خبیث مرض ہے کہ ویسے تو انسان ہر بات میں اپنے علم کو دوسروں کے علم پر ترجیح دینے کی کوشش کرتا ہے مگر اپنی تعریف کے بارے میں مداحین کے علم کو اپنے علم پر ترجیح دینے لگتا ہے اپنے عیوب کو خوب جانتا ہے پھر بھی مداحین کی مدح سرائی پر اترانے لگتا ہے:

﴿بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ۝ ولو القی معاذیرہ ۝﴾ (۷۵ - ۱۴،۱۵)

اگرچہ یہ آخرت کے بارے میں ہے لیکن بے دینوں کا دنیا میں بھی یہی حال ہے، اپنے حالات کو بخوبی جاننے کے باوجود اپنے بارے میں غیر کے عقیدے کو ترجیح دیتا ہے، ایسے لوگ حماقت میں اس مشہور جمان سے کم نہیں بلکہ بہت آگے ہیں۔

قصۂ جمان:

ایک نائن اپنے جمان کے گھر گئی، اس کی بیوی نے نتھ دھونے کے لئے اتاری ہوئی تھی، نائن سمجھی یہ بیوہ ہوگئی ہے۔ جاکر نائی کو بتایا جمان کہیں دور دوسرے شہر گیا ہوا تھا، نائی وہاں پہنچا، جمان کو خبر دی:

"آپ کی بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔"

وہ رونے لگا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا:

"میری بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔"

لوگ آآکر تعزیت کرنے لگے۔ کسی عقلمند کا ادھر سے گذر ہوا، اس نے کہا:

"آپ زندہ بیٹھے ہیں تو آپ کی بیوی کیسے بیوہ ہو گئی؟ یہ بات عقل میں تو نہیں آرہی۔"

جمان نے جواب دیا:

"عقل میں تو میری بھی نہیں آرہی، مگر ہمارا نائی بہت معتبر ہے کبھی غلط بات نہیں کہہ سکتا۔"

انسان اپنی حقیقت وحیثیت کو خوب جانتا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی اس کی ذرا سی تعریف کر دیتا ہے تو یہ اترانے لگتا ہے، اپنے بارے میں غیر کے علم کو اپنے علم حضوری پر ترجیح دیتا ہے اور اپنی حیثیت وحقیقت کو بھول جاتا ہے۔
عجب سے حفاظت کے لئے قاضی جونپور کا قصہ بھی سوچتے رہنا چاہئے۔

قاضی جونپور:

جونپور کے نواح میں کوئی گنوار کسی مولوی صاحب کے پاس آیا، وہ اپنے کسی شاگرد کو یوں ڈانٹ رہے تھے:

"تو گدھا تھا میں نے تجھے انسان بنایا۔"

گنوار بولا:

"مولوی جی! آپ گدھے کو انسان بنا دیتے ہیں؟"

مولوی صاحب نے کہا:

"ہاں! دیکھو یہ تمہارے سامنے ہے، میں نے اس گدھے کو انسان بنایا ہے۔"

گنوار نے بہت لجاجت سے عرض کیا:

"مولوی جی! مہربانی کرو، میرے گدھے کو انسان بنا دو، بہت کام

آئے گا، میں غریب آدمی ہوں۔"

مولوی صاحب نے فرمایا:

"مصالحہ لگانے میں کچھ دن لگتے ہیں، ایک ہفتے کے لئے گدھا میرے پاس چھوڑ جاؤ۔"

وہ گدھا چھوڑ گیا، ایک ہفتے کے بعد آیا تو مولوی صاحب نے فرمایا:

"مصالحہ کچھ زیادہ لگ گیا، اس لئے تمہارا گدھا عام انسان بننے کی بجائے جونپور کا قاضی بن گیا۔"

گنوار نے گدھے کو دانہ دینے کا جھولا اٹھایا اور عدالت میں پہنچ گیا، قاضی صاحب بڑی شان سے مقدمات کی سماعت فرمارہے تھے، گنوار نے عدالت کے دروازے پر کھڑے ہو کر قاضی صاحب کی طرف غور سے دیکھا پھر دانے والا جھولا اوپر اٹھا کر لہرا کر قاضی صاحب کو دکھایا، گدھے کو بلانے کی مخصوص آواز ابھرا دی، قاضی صاحب ادھر متوجہ ہوئے تو ہاتھ سے بلانے کا اشارہ کر کے کہنے لگا:

"آجا آجا!!۔"

قاضی صاحب نے اسے اپنے پاس بلوا کر پوچھا تو قاضی صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا:

"چلو گھر چلیں، قاضی بن گیا تو کیا ہوا؟ مولوی جی سے مصالحہ کچھ زیادہ لگ گیا، ہے تو میرا وہی گدھا ہی نا! چلو گھر چلیں۔"

اپنے بارے میں بھی یونہی سمجھ لیا کریں:

"جونپور کا قاضی بن گیا تو کیا ہوا، ہے تو وہی گنوار کا گدھا ہی نا!۔"

دوسروں کی باتوں میں آکر انسان دھوکا کھا جاتا ہے لوگوں کی "واہ واہ" اور باتوں

سے متاثر نہ ہوں، اپنی اصلاح کے لئے اپنے مداحوں کے ساتھ مذمت کرنے والوں کی باتیں بھی سنا کریں۔

۴۴ لغو کھیل:

وہ کھیل جن میں فکر برائے فکر ہے یعنی کوئی فائدہ وغیرہ مرتب نہیں ہوتا۔ اس قسم کے فکر بے مقصد کھیلوں کا لغو ہونا مصرح ہے۔ قرآن، حدیث، فقہ اور اجماع سے لغو کھیلوں کی حرمت ثابت ہے، مؤمنین کی صفات میں فرماتے ہیں:

﴿والذین ھم عن اللغو معرضون۝﴾ (۲۳-۳)

عباد الرحمٰن کی صفات میں فرماتے ہیں:

﴿واذا مروا باللغو مروا کراما۝﴾ (۲۵-۷۲)

کفار اور فساق وفجار کے بارے میں فرمایا:

﴿ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین۝﴾ (۳۱-۶)

حضرات مفسرین، محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق لغو کھیل بھی اس وعید میں داخل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ﴾

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اور فرمایا:

﴿علامۃ اعراضہ تعالی عن العبد اشتغالہ بما لا یعنیہ﴾

(مکتوبات امام ربانی)

اٹھارھویں پارے کے شروع میں مؤمنین کی صفات بیان فرمائی ہیں۔

مؤمنین کی صفات:

﴿قد افلح المؤمنون ○ الذین هم فی صلاتهم خشعون ○ والذین هم عن اللغو معرضون ○ والذین هم للزکوة فعلون ○﴾ (۲۳-۱تا۴)

فرمایا: قد افلح۔ بے شک کامیاب ہو گئے، کون کامیاب ہو گئے؟ ان کی صفات سننے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو کامیاب قرار دیں وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوتے ہیں ان کی دنیا بھی سنور جاتی ہے آخرت بھی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کامیاب و کامران قرار دیں اور اس کی کامیابی ادھوری ہو۔ یہاں بھی یہی مراد ہے کہ بے شک دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گئے۔ کامیابی سے مراد دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جنہیں کو ناکام قرار دیں تو اس سے مراد بھی دونوں جہانوں کی ناکامی اور خسارہ ہے۔

فرمایا: قد افلح۔ لفظ "قد" عربی میں تاکید کے لئے آتا ہے مطلب یہ کہ جو بات بیان کی جارہی ہے وہ یقینی ہے آگے: افلح۔ بھی صیغہ ماضی ہے جو تحقیق و تاکید کے لئے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے پیار رحمت اور بندوں پر بے انتہا شفقت دیکھیں کہ بندوں کو یقین دلانے اور انہیں قائل کرنے کے لئے تاکید در تاکید کے انداز میں فرمارہے ہیں کہ یقینی پھر یقینی بات ہے کہ ان آیات میں جو صفات گنوائی جارہی ہیں ان صفات سے متصف بندے ہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں۔ وہ بندے کون ہیں؟

﴿الذین هم فی صلاتهم خشعون ○﴾

وہ لوگ جو نماز خشوع سے پڑھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف پورے یکسو اور

متوجہ ہو کر تمام آداب ظاہرہ و باطنہ کی رعایت رکھتے ہوئے مکمل طور پر اللہ کے بندے بن کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ کامیاب بندوں کی ایک صفت تو یہ ہوئی آگے دوسری صفت:

﴿والذین ھم عن اللغو معرضون۝﴾

یقیناً پھر یقیناً وہی بندے کامیاب ہیں جو لغویات سے بچتے ہیں۔ آگے تیسری صفت:

﴿والذین ھم للزکوة فعلون۝﴾

اللہ کے وہ بندے جو زکوٰۃ ہمیشہ اداء کرتے ہیں۔ فعلون اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ ہمیشہ زکوٰۃ اداء کرتے ہیں کبھی اس میں غفلت نہیں کرتے۔ قرآن وحدیث میں نماز اور زکوٰۃ کو جگہ جگہ ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اردو میں مشہور ہو گیا کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ، زکوٰۃ کو روزے اور حج کے بعد لاتے ہیں حالانکہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر ہونا چاہئے مگر اسے سب سے آخر میں لاتے ہیں۔ ایسا کہنا اگرچہ جائز تو ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترتیب بیان فرمائی ہے اس کے مطابق کہنا زیادہ بہتر ہے۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ یہ ترتیب یونہی کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں جن کی تفصیل ارشاد القاری میں ہے۔ اصل ترتیب یوں ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ قرآن وحدیث میں یہی ترتیب بیان کی گئی ہے عموماً نماز اور زکوٰۃ کو یکجا ذکر کیا گیا ہے اس لئے انہیں "قرینتان" بھی کہا جاتا ہے، قرینتان کے معنی ہیں دو ساتھی۔ چونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے اس لئے ان کا نام "قرینتان" پڑ گیا۔ اب آگے اصل نکتہ سنئے کہ یوں تو عموماً نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس کے خلاف کیا گیا۔ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان ایک تیسری چیز ذکر کی گئی ہے وہ یہ کہ کامیاب ہونے والے اللہ کے بندے وہ ہیں جو لغویات سے بچنے والے ہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ قرآن مجید میں مشورے کی آیت کو نماز اور زکوۃ کے درمیان میں لایا گیا ہے یہ آیت سورۃ شوریٰ میں ہے ان دونوں جگہوں میں نماز اور زکوۃ کے درمیان فاصلہ ڈالنے میں حکمت لغویات سے بچنے اور مشورے کی اہمیت کو زیادہ سے زیادہ مؤکد کرنا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اس قدر مہتم بالشان اور لائق اعتناء ہیں کہ نماز کے بعد زکوۃ کا ذکر روک کر درمیان میں انہیں جگہ دی گئی پھر ان کے بعد زکوۃ کا ذکر کیا گیا ورنہ آپ جہاں بھی دیکھیں نماز و زکوۃ کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(مشورے کی اہمیت وعظ "استخارہ و استشارہ" میں دیکھیں۔ جامع)

لغویات سے بچنا اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی اس پر موقوف ہے۔ لغو کا مطلب ہے ہر وہ کام اور کلام جس کا نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو نہ اخروی، عقلمند انسان تو اپنی آخرت کو مد نظر رکھتا ہے اگر کسی کام میں آخرت کا فائدہ نہ ہو تو کم از کم دنیا کا فائدہ ہی سوچ لے لیکن جس میں کسی قسم کا فائدہ نہ ہو دنیا کا نہ آخرت کا تو یہ فضول اور لغو ہے۔ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس سے اعراض کرے اور دور رہے یہ اتنا بڑا گناہ ہے جس کی اہمیت جتانے کے لئے اللہ نے نماز اور زکوۃ کے درمیان اسے بیان فرمایا۔

(مروج کھیلوں کے بارے میں احکام کی تفصیل احسن الفتاویٰ جلد نمبر ۸ میں دیکھیں۔ جامع)

(۴۴) سلوک کا مقصد:

یہ دراصل علاج باطن کے طریقے ہیں، معالج روحانی تشخیص امراض کر کے نسخہ و دواء تجویز کرتا ہے اور اس مقصد کی تحصیل کے لئے اپنے تجربے کی بناء پر کچھ ہدایات دیتا ہے جو مقصود نہیں ذریعہ مقصود ہیں۔ بس اس سے زیادہ سلوک کی کچھ حقیقت نہیں۔ افسوس کہ جن امور کو محض ذریعہ مقصود کے طور پر اختیار کیا گیا تھا

آج انہیں مقصد کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے اور اصلاح نفس و ترک منکرات ظاہرہ و باطنہ جو اصل مقصد ہے وہ اوجھل ہو گیا ہے۔

ایک بار حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے سوال پر لطائف ستہ کی تقریر فرمائی، بعد میں فرمایا کہ بیان نہیں کرنا چاہئے تھا، بیان کے بعد مجھے ظلمت سی محسوس ہوئی۔

اصل مقصد تزکیہ نفس ہے جس کا مطلب ہے ظاہری و باطنی رذائل و منکرات سے پاک و صاف ہونا، آج رذائل باطنہ سے بچنے کی فکر تو دور رہی ظاہری گناہوں کو چھوڑنا بھی بہت مشکل ہے، اس لئے لوگوں کو مخصوص ہیئات کے ساتھ مخصوص اذکار و اشغال، ضربات، وظائف و مراقبات کے بارے میں یہ حقیقت سمجھانا ضروری ہے کہ ان سے مقصود ترک منکرات ظاہرہ و باطنہ ہے اس لئے اس کی طرف زیادہ توجہ دیں ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑنے اور دوسروں سے چھڑوانے پر محنت کریں، یہ اذکار و اشغال تو اتباع شریعت کی استعداد پیدا کرنے کے لئے اختیار کئے گئے تھے افسوس کہ لوگوں نے انہی کو مقصد سمجھ لیا۔

﴿۴۴﴾ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسا دور:

یہ دور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور سے اس وجہ سے مشابہ ہے کہ دین پر عمل کرنا اور صحیح مسلمان بننا جیسے اس زمانے میں انتہائی مشکل اور کٹھن تھا ویسے ہی آج کے دور میں بھی بہت مشکل ہے، درمیان کے زمانے میں نیک بننا آسان اور کسی گناہ کا ارتکاب مشکل تھا کیونکہ سب لوگ دیندار ہوتے تھے، علم و تقویٰ اور نیکی سے منصب بھی ملتا تھا اور مال بھی۔

﴿۴۵﴾ نصیحت کرنے کی قسمیں:

نصیحت کی بات کہنے کی تین قسمیں ہیں:

❶ مردہ سا کہہ دیا کہ بس کہہ دیا آگے خواہ کچھ اثر ہو یا نہ ہو۔
❷ منوا کر چھوڑنے کی کوشش کرنا، برائی سے روکنے کی استطاعت نہ ہونے کے باوجود کسی کے درپے ہونا۔

ان دونوں طریقوں سے قرآن مجید میں منع فرمایا گیا ہے۔

❸ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اعتدال کی راہ اختیار کی جائے، بنانے کی پوری فکر ہو، ولولہ ہو اور دعاء بھی۔

(۴۶) خدمات دینیہ میں تعاون:

اگر ایک مسجد اہل حق کی ہو اور وہاں سب اہل حق ہی ہوں تو اس کی تولیت میں لوگ اختلاف کیوں کرتے ہیں، ہر جماعت یہ چاہتی اور زور لگاتی ہے کہ ہم اس مسجد میں امام اور مؤذن وغیرہ رکھیں۔ اگر ایک جماعت اہل حق کی ہو اور دوسری اہل باطل کی ان سے چھڑانے کے لئے کوششیں ہوں تو بات سمجھ میں آتی ہے، جب سب اہل حق ہیں تو یہ مقابلہ کیوں؟ بحمد اللہ تعالیٰ میرا تو یہ حال ہے کہ تمام مدارس اور تمام خانقاہوں کو میں سمجھتا ہوں کہ سب میرے ہی ہیں، سب میرا ہی کام کررہے ہیں ورنہ تو میں اتنے کاموں کو اکیلا کیسے سنبھال سکتا تھا۔ دعاء بھی کرتا ہوں کہ یا اللہ! دنیا میں جہاں کہیں بھی تیرے بندے تیرے دین کی کوئی بھی خدمت کررہے ہیں ان سب میں باہم توافق، تحابب، توادد، تعاون و تناصر پیدا فرما۔ اس پر تو اللہ کا شکر اداء کرنا چاہئے کہ ہمارا کام بہت ہلکا کردیا۔ اہل حق کی جماعتوں کے بلاوجہ شرعی باہم اختلاف کا بہت بڑا سبب حب دنیا ہے، یہ بہت خطرناک مرض ہے۔ اکثر بڑے بڑے فتنے اسی سے پیدا ہوتے ہیں، ہر معصیت اور ہر فساد کی جڑ یہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿حب الدنیا رأس کل خطیئۃ﴾ (رزین، بیہقی شعب الایمان)

دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کرنے والے اس مہلک مرض کا علاج بھی بہت مشکل ہے، خود کو باطن کے کسی طبیب حاذق کے سپرد کئے بغیر ممکن نہیں ۔

نفس نتوان کشت الا ظل پیر
دامن این نفس کش را وا مگیر

﴿۴۷﴾ فضائل سور کے بارے میں منگھڑت روایات:

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المنار المنیف'' میں حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ فضائل سور کے بارے میں عام شائع ہونے والی روایات زنادقہ نے گھڑی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بلند پایہ امام ہیں، دوسری صدی کے ہیں، تابعی التابعین میں سے ہیں، حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذوں کے استاذ ہیں، آپ کے مناقب میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں فرماتے ہیں:

﴿تستنزل الرحمة بذكره و ترتجى المغفرة بحبه﴾

''آپ کے ذکر کے ذریعے اللہ کی رحمت طلب کی جاتی ہے اور
آپ کی محبت کے ذریعے مغفرت کی امید کی جاتی ہے۔''

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فضائل سور کی روایات میں سے بارہ نقل کرکے فرمایا ہے کہ صرف یہ صحیح ہیں باقی سب موضوع اور منگھڑت ہیں، ان کے گھڑنے والے نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔

شیخ عبدالفتاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ میں ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کی جو تشریح کی ہے وہ خلاف ظاہر ہے۔

المنار المنیف صفحہ ۱۱۳ تا صفحہ ۱۱۵

فصل۔ ۳۲۔

۲۲۵ — ومنها: "ذکر فضائل السور و ثواب من قرأ سورة کذا فله اجر کذا" من اول القرآن الی آخره کما ذکر ذلک الثعلبی والواحدی فی اول کل سورة، والزمخشری فی آخرها قال عبدالله بن المبارک: أظن الزنادقة وضعوها۔

۲۲۶ — والذی صح فی احادیث السور: "حدیث فاتحة الکتاب، وأنه لم ینزل فی التوراة، ولا فی الانجیل، ولا فی الزبور مثلها۔"

۲۲۷ — وحدیث: البقرة، وآل عمران: انهما الزهراوان۔

۲۲۸ — وحدیث: "آیة الکرسی وانها سیدة آی القرآن۔"

۲۲۹ — وحدیث الآیتین من آخر سورة البقرة: "من قرأهما فی لیلة کفتاه۔"

۲۳۰ — وحدیث سورة البقرة: "لا تقرأ فی بیت فیقربه شیطان۔"

۲۳۱ — وحدیث: "العشر آیات من اول سورة الکهف، من قرأها عصم من فتنة الدجال۔"

۲۳۲ — وحدیث: "قل هو الله احد، وانها تعدل ثلث القرآن۔" ولم یصح فی فضائل سورة ما صح فیها۔

۲۳۳ — وحدیث: "المعوذتین، وانه ما تعوذ المتعوذون بمثلهما۔"

۲۳۴ — وقوله صلی الله علیه وسلم: "انزل علی آیات لم یر مثلهن، ثم قرأهما۔"

۲۳۵ — ویلی هذه الاحادیث وهو دونها فی الصحة: حدیث: "اذا زلزلت تعدل نصف القرآن۔"

٢٣٦ــــ وحدیث: "قل یا یہا الکافرون، تعدل ربع القرآن۔"

٢٣٧ــــ وحدیث: "تبارک الذی بیدہ الملک، ھی المنجیة من عذاب القبر۔" (١)

٢٣٨ــــ ثم سائر الاحادیث بعد، کقولہ: "من قرأ سورة کذا اعطی ثواب کذا۔" فموضوعة علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. وقد اعترف بوضعہا واضعہا وقال: قصدت ان اشغل الناس بالقرآن عن غیرہ. وقال بعض جہلاء الوضاعین فی ھذا النوع: نحن نکذب لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ولا نکذب علیہ. ولم یعلم ھذا الجاھل: انہ من قال علیہ مالم یقل، فقد کذب علیہ واستحق الوعید الشدید۔

⑦٨ زرِ ضمانت لینا جائز نہیں:

زرِ ضمانت (ڈپازٹ) لینا جائز نہیں۔ طالبینِ دنیا کا اس سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس رقم کو اپنے کسی کام میں لگائیں گے، رہا یہ خطرہ کہ شاید مستأجر اس مکان یا دوکان کو بے احتیاطی سے استعمال کر کے نقصان پہنچائے تو وہ نقصان اس رقم سے پورا کیا جا سکے، اس خدشے کے پیش نظر بھی زرِ ضمانت لینا جائز نہیں، اگر ایسا خطرہ ہے تو کرائے پر دے ہی نہیں یا کسی دیندار شخص کو دے۔ خطرات تو اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں، مثلاً ایک دو ماہ کرایہ دے کر کرائے دار انکار کر دیتا ہے بلکہ قبضہ

---

(١) ذکر المؤلف ھنا السور التی ثبت فی فضلہا حدیث او احادیث لکنہ لم یستوف، اذ مقصودہ التنبیہ علی احدیث الطویل الموضوع فی فضل کل سورة من اول القرآن الی آخرہ۔

کرلیتا ہے اور تو اور اپنے نام کروا کر صاحب مکان کے خلاف دعویٰ بھی کردیتے ہیں، یہ تمام خطرات بے دینی کا نتیجہ ہیں، شرعی حکم یہ ہے کہ اگر قصداً مستاجر مکان یا دوکان کو نقصان پہنچائے تو شرعی اصول کے مطابق اس سے نقصان پورا کروایا جاسکتا ہے۔

۴۹ اللہ کے نافرمان کو چھوڑنے کا مطلب:

دعاء قنوت میں ہے:

﴿ونخلع ونترک من یفجرک.﴾

"ہم تیری نافرمانی کرنے والے کو چھوڑتے ہیں۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ فاسق اولاد کو گھر سے نکال دیا جائے یا خرچ بند کردیا جائے یا بات چیت چھوڑ دی جائے، دل سے چھوڑ دینا اور ایسا انقباض رکھنا کافی ہے جس کا اثر چہرے اور معاملات پر ظاہر ہو۔ البتہ اگر گھر سے نکال دینے اور تعلقات منقطع کردینے کا تحمل ہو اور نکالنے کی بنسبت رکھنے میں زیادہ نقصان ہو یا دونوں جانب برابر ہوں تو نکالنا جائز بلکہ بہتر ہے اور بعض حالات میں واجب لیکن اگر یہ خطرہ ہو کہ گھر سے نکال دیا تو اور زیادہ بگڑ جائے گا، بے دین ہوجائے گا یا خود تحمل نہیں کرسکیں گے اس کی منت سماجت کرکے واپس لائیں گے تو اس سے وہ اور زیادہ بگڑ جائے گا، ایسے حالات میں گھر سے نکالنا جائز نہیں۔

۵۰ نافرمانی کے ساتھ کثرت مال عذاب ہے:

اگر مال زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ نافرمانی میں ترقی ہورہی ہو تو سمجھ لو کہ جہنم کی گہرائی میں ترقی ہورہی ہے، مال کی کثرت کو خوش قسمتی نہ سمجھو، آخرت کی جہنم کے ساتھ دنیا کی جہنم بھی، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

﴿فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوۃ الدنیا و تزھق انفسھم وھم کفرون۝﴾ (۹۔۵۵)

ان کے اموال واولاد دنیا وآخرت دونوں میں ان پر عذاب ہیں ۔

ومن یحمد الدنیا لعیش یسرہ
فسوف لعمری عن قریب یلومھا
اذا ادبرت کانت علی المرء حسرۃ
واذ اقبلت کانت کثیرا ھمومھا

بے دین لوگوں کو نہ دنیا کے آنے سے سکون نہ جانے سے چین، ایک شعر مشہور ہے ۔

عمر بھر میں دو ہی گھڑیاں مجھ پہ گذری ہیں کٹھن
اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد

میں نے اس شعر میں عاشقان دنیا کے حالات کے مطابق یوں ترمیم کی ہے ۔

عمر بھر میں تین گھڑیاں مجھ پہ گذری ہیں کٹھن
اک ترے آنے سے پہلے اک ترے آنے کے بعد اک ترے جانے کے بعد

کسی نے کہا کہ دوسرا مصراع لمبا ہوگیا ہے پھر انہوں نے خود ایک مصراع پیش کیا، میں نے کہا کہ اس موقع پر یہ لمبا مصراع ہی ٹھیک ہے۔

﴿۵۱﴾ تلاوت بوقت افتتاح مجلس:

ہندیہ میں غرائب سے نقل کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم جمع ہوتے تو کسی ایک کو قرآن پڑھنے کا کہتے۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ افتتاح

مجلس یا افتتاح جلسہ میں کسی سے قرآن مجید کی تلاوت کروانا مستحب ہے، اس لئے تلاوت کے بعد مجلس کا باقاعدہ کام شروع ہوتا ہے، اس سے قبل جو کچھ ہو وہ غیر رسمی کارروائی کہلاتی ہے۔

مگر یہ استدلال دو وجوہ سے مخدوش ہے:

❶ درجے میں بڑا آدمی مثلاً کوئی بڑا مدرس یا شیخ الحدیث کیوں تلاوت نہیں کرتا، نیز چھوٹے درجے والے سے یا بچے سے کیوں کرواتے ہیں؟ جیسے بڑے مولوی اذان بلکہ امامت سے بھی عار کرتے ہیں ایسے ہی مجمع میں قرآن سنانے سے بھی عار کرتے ہیں، ذرا کسی شیخ الحدیث سے کہیں کہ مجلس میں سورۂ کوثر سنادیں تو وہ مر جائے گا لیکن سنائے گا نہیں، اس کی کیا وجہ ہے کہ جو رتبے کم ہو اس سے تلاوت کرواتے ہیں۔

❷ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں اجتماع کا لفظ ہے اصطلاحی افتتاح مجلس کا ذکر نہیں، افتتاح مجلس کو مطلق اجتماع پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

⑤٢ اصلاح کے لئے شیخ کامل کی ضرورت:

اصلاح نفس و امراض باطنہ کے علاج کے لئے قرون مشہود لہا بالخیر میں سلامت طبع کی وجہ سے صرف صحبت صالحین کافی تھی اس لئے بیعت کا عام دستور نہ تھا، بعد میں طبائع میں غلبہ فساد کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آئی۔ امراض باطنہ کا وجود قرآن و حدیث کے علاوہ مشاہدہ اور وجدان سے بھی ثابت ہے، قرآن و حدیث میں ان امراض کا ذکر بھی ہے اور ان کے علاج کے نسخے بھی بتائے گئے ہیں مگر براہ راست قرآن و حدیث سے علاج کرنا ہر شخص کا کام نہیں، اس کے لئے کسی ماہر فن کی ضرورت ہے جس کی وجوہ یہ ہیں:

❶ بدون مہارت وجود مرض کا ہی پتا نہیں چلتا بلکہ بسا اوقات کسی مرض کو کمال اور رذیلے کو فضیلہ سمجھ لیا جاتا ہے۔

۲ مرض کا علم ہو گیا تو اس کی صحیح تشخیص نہیں ہو پاتی۔
۳ سبب مرض کی تشخیص مشکل۔
۴ قرآن و حدیث میں مذکورہ بے شمار نسخوں میں سے اکثر کا علم نہیں ہوتا۔
۵ ان بے شمار نسخوں میں سے نوعیت مرض اور طبیعت مریض کے مطابق کسی نسخہ کا انتخاب۔
۶ نسخہ کی ترکیب استعمال۔
۷ مدت استعمال۔
۸ کن چیزوں سے پرہیز واجب ہے۔
۹ نسخہ سے نفع یا نقصان کا فیصلہ کرکے بوقت ضرورت نسخہ تبدیل کرنا۔
۱۰ حصول شفاء کا فیصلہ۔

یہ سب فیصلے طبیب حاذق ہی کرسکتا ہے۔ علاج کے لئے کسی ایک بزرگ کو متعین کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس سے علاج میں یکسوئی و یکجہتی رہنے کی وجہ سے نفع ہوتا ہے اور کئی بزرگوں سے بیک وقت علاج کروانے سے ذہن انتشار و تشتت پیدا ہوتا ہے جس سے نفع کی بجائے نقصان ہوتا ہے جیسا کہ امراض جسمانیہ میں بیک وقت کئی طبیبوں سے علاج کروانا مضر ہے۔ وعظ "بیعت کی حقیقت" غور سے پڑھیں۔

۵۳ بیعت قائم رہنے کی شرط:

قاعدہ مشہور ہے کہ بیعت کا رکھنا یا نہ رکھنا مرید کے اپنے اختیار میں ہے جب تک اسے شیخ پر اعتماد ہے اس کی بیعت قائم ہے اور اعتماد نہیں رہا تو بیعت ختم ہو گئی۔ یہ قاعدہ صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ مرید کے اعتماد پر شیخ کو اعتماد ہو، اگر مرید کہتا ہے کہ مجھے شیخ پر اعتماد ہے مگر شیخ کو مرید کے اعتماد پر اعتماد نہیں تو بیعت قائم نہیں رہی اس لئے کہ ایسی حالت میں شیخ کو مرید کی اصلاح کی

طرف توجہ نہیں رہے گی بلکہ اس سے انقباض رہے گا تو مرید کو فائدہ نہیں ہوگا۔

﴿۵۴﴾ تخلق باخلاق اللہ:

ایک مرید سے بوجہ جہالت حضرت اقدس سے حق محبت کے خلاف کوئی بات ہوگئی پھر اسے منجانب اللہ اس پر تنبیہ ہوئی تو اس نے حاضر خدمت ہو کر بہت ہی ندامت سے رو رو کر معافی مانگی اس قدر گریہ طاری ہوا کہ چیخ نکل گئی بہت زور سے چیخ کر کہا:

"میں نے حضرت کو کھو دیا۔"

حضرت اقدس نے فوراً برجستہ اسے تسلی دیتے ہوئے بلند آواز اور پرتپاک لہجے سے فرمایا:

"نہیں کھویا۔"

پھر اسے بہت دیر تک تسلی دیتے رہے۔

جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس کی یہ شان کریمانہ تخلق باخلاق اللہ (اللہ تعالیٰ کی شان کرم سے مطابقت) ہے۔ بندہ اس رب کریم سے کتنی ہی دور بھاگ جائے مگر پھر بھی وہ ذرا سا متوجہ ہوتا ہے تو اس رب کریم کی رحمت اس سے کئی گنا زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

﴿۵۵﴾ صلاحیت قلب کی علامت:

فرمایا:

"دل ایسا بن جائے کہ کوئی کچھ بھی کہے، کسی نیت سے کہے کسی موقع پر کہے اسے فکر آخرت پیدا کرنے کا ذریعہ بنائے، اپنی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔"

۵۶ اہل مناصب کی مختلف حالتیں:

اللہ تعالیٰ کسی کو بہت بڑا منصب عطاء فرمادیں تو اس بارے میں لوگوں کے حالات کی مختلف قسمیں ہیں:

۱ ایسے منصب کی ہوس تھی۔ یہ حالت سراسر فساد قلب ہے، ایسا شخص حب دنیا کے مہلک مرض کا شکار ہے، یہ مرض دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کردیتا ہے۔

۲ ہوس نہ ہو مگر دینی مقاصد کے لئے طلب ہو تو یہ محمود ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاء:

﴿رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوهاب۝﴾ (۳۸-۳۵)

یہ طلب محمود ہے۔

۳ بلا طلب بلکہ بلا وہم و گمان اچانک اللہ تعالیٰ نے عوام و خواص کی نظر میں بہت بلند مقام عطاء فرمادیا، اس حالت کو بہتر یا بدتر بنانا انسان کے اختیار میں ہے اگر اس حالت پر فخر کرے اور اترائے تو یہ بدتر ہے اور اگر رب کریم کا کرم سمجھ کر اسے اشاعت دین کا ذریعہ بنائے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی نعمت۔

جامع عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت اقدس کو تیسری صورت کے مطابق بلا وہم و گمان عوام و خواص اور دنیا بھر کے علماء و مشائخ میں ایسا بلند مقام عطاء فرمایا ہے کہ عقل حیران ہے۔ حضرت اقدس کا اسباب شہرت سے اجتناب اور قبول مناصب سے انکار دنیا میں مشہور ہے، خلوت گزینی اور گمنامی آپ کی فطرت ہے، آپ کو اپنے اس مزاج کے مطابق اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر بہت پسند ہے اور اسے بکثرت پڑھتے ہیں ۔

خمولی اطیب الحالات عندی
واعزازی لدیهم فیه عاری

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پوری دنیا میں ممتاز مقام عطاء فرما دیا ان حالات میں حضرت اقدس اپنا عجز و انکسار اور شکر نعمت قلباً و قولاً و عملاً کی دعاء اور استدراج سے خوف کا اظہار اکثر فرماتے رہتے ہیں۔

۵۷ کثرت امراض و قلّت شفاء کی وجوہ:

پہلے زمانے میں طبیب کم ہوتے تھے اور جو تھوڑے بہت ہوتے تھے وہ بھی اکثر اوقات فارغ ہی رہتے تھے کبھی کوئی مریض آگیا تو آگیا، وہ معالج علم العلاج میں زیادہ ماہر بھی نہیں ہوتے تھے۔ اب تو ہر قسم کے معالج بہت ترقی کر گئے پھر بھی لوگوں کو فائدہ نہیں ہوتا مرض بڑھتا ہی جاتا ہے اور عجیب عجیب قسم کی بیماریاں عام ہو رہی ہیں۔ اس کی عمومی وجہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے پھر اس کے مختلف شعبے ہیں، مثلاً

مریضوں میں:

1. کھانے میں بے اعتدالی، خرکار کے گدھے بنے ہوئے ہیں زندگی میں کوئی نظم نہیں۔
2. گناہوں کی وجہ سے زندگی میں بے اعتدالی ہوتی ہے۔
3. مشقت کے کاموں کی عادت نہیں۔

اطباء میں:

1. اپنے فن میں ماہر نہیں ہوتے بس پیسا کمانا چاہتے ہیں مریضوں پر شفقت اور توجہ سے انہیں کوئی غرض ہے ہی نہیں۔
2. اگر صلاحیت ہو بھی تو مریض پر توجہ نہیں دیتے۔
3. توجہ دیں اور بات سمجھ میں آبھی جائے تو وہ طریقہ ایسا اختیار کرتے ہیں کہ مریض ٹھیک نہ ہو بلکہ ان کے پاس آتا ہی رہے اور ان کا دھندا چلتا رہے۔

دواؤں میں:

لوگوں میں حب دنیا اور نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دواؤں سے اثر سلب

فرمایا ہے۔

اسباب زندگی میں:

حب دنیا و کثرت معاصی کی وجہ سے بازار میں کھانے پینے کی چیزیں خالص نہیں ملتیں۔

حب دنیا کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب ہیں۔

۵۸ قالب سے زیادہ قلب کی صحت پر توجہ:

جب بھی کوئی ظاہری مرض ہوتا ہے تو لوگ اسے دور کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں، طبیبوں کے پاس جاتے ہیں، طرح طرح کی دوائیں استعمال کرتے ہیں پرہیز بھی کرتے ہیں کہ کسی طرح صحت ہو جائے۔ جس طرح قالب کی صحت کے لئے کوشش کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قلب کے امراض کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ قالب کے امراض سے اگر شفاء ہو بھی گئی تو کب تک؟ بالآخر یہ جسم تو فناء ہونے ہی والا ہے، اس کی صحت عارضی ہے جبکہ قلب کے امراض اگر دور نہ ہوئے تو اس سے آخرت کا ضرر ہے۔

۵۹ صحت ذریعہ آخرت:

صحت مقصود نہیں ذریعہ مقصود ہے اصل مقصود تو زاد آخرت ہے اس لئے صحت یا علاج کی طرف توجہ اسی قدر رکھنی چاہئے جو آخرت کے کاموں میں مخل نہ ہو۔ علاج کے بارے میں غلو نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ جتنا وقت علاج کے تفکرات میں صرف کریں گے اسے دین کے کسی کام میں اور آخرت بنانے میں صرف کریں، لہٰذا اعتدال میں رہ کر صحت و علاج کی فکر و تدارک کریں اور اللہ پر توکل کرکے آخرت بنانے کے لئے ہمت تیز کردیں۔

﴿۶۰﴾ مصلحات الامۃ:

عورتیں سیدھی بھی نہیں ہوتیں اور ان کے سوا گذارا بھی نہیں ہوتا اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿استوصوا بالنساء خیرا فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شیء فی الضلع اعلاہ فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء﴾

(متفق علیہ)

"عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو اس لئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سب سے اوپر والی ہے، سو اگر تو اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ دے گا اور اگر چھوڑ دے تو ٹیڑھی ہی رہے گی اس لئے عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو۔"

اور فرمایا:

﴿لا یجلد احدکم امرأته جلد العبد ثم یجامعها فی اخر الیوم﴾ (متفق علیہ)

"تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ مارے پھر اس سے صحبت کرے۔"

یعنی غصے کے وقت یہ سوچ لیا کرے کہ اس سے کام پڑے گا تو ندامت ہوگی اس لئے حتی الامکان تحمل سے کام لیں اور اگر کوئی سزا دینے میں ہی مصلحت شرعیہ ہو تو سوچ سمجھ کر اعتدال سے کام لیں۔ عورتیں مردوں کے لئے مصلحات ہیں اس لئے کہ سیدھی تو ہوتی ہی نہیں۔

اگر نیک بودے ہمہ کار زن
زنان را مزن نام بودے نہ زن

فارسی میں "زن" کے معنی ہیں: "مار" اور "مزن" کے معنی: "مت مار" شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورتوں کے لچھن اچھے ہوتے تو فارسی میں ان کا نام "زن" (مار) کی بجائے "مزن" (مت مار) ہونا چاہئے تھا۔ ان کی اصلاح تو ہوتی نہیں اور غصہ جاری کرنے کی قدرت نہیں، چونکہ ان کے سوا گذارا بھی نہیں اس لئے مردوں کی خوب اصلاح ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بکریاں چرانے کا کام لیا ہے، بکری ادھر ادھر بھاگتی ہے اور چرواہے کو بہت تنگ کرتی ہے لیکن اس میں مار کا تحمل نہیں اس لئے چرواہے کو غصہ ضبط کرنے کی خوب خوب مشق ہوتی ہے کہ وہ غصہ دلاتی بہت ہے مگر یہ جاری نہیں کرسکتا ضبط کرنا پڑتا ہے۔

﴿۶۱﴾ تنازع کے خطرے سے حفاظت کی دعاء:

کسی اہم معاملے میں تنازع واقع ہوجائے تو اسے مرتفع کرنے کے لئے یا وقوع تنازع کا خطرہ ہو تو اس سے حفاظت کے لئے اس دعاء کا معمول بنائیں:

﴿اهدنا الصراط المستقیم ۝﴾

﴿۶۲﴾ لمحات زندگی کو غنیمت جانیں:

یہ فکر نہیں کرنی چاہئے کہ دنیا سے چلے نہ جائیں بلکہ جانے کی فکر رکھنی چاہئے، جانے سے پہلے آخرت کے لئے کچھ بنالیں ۔

خیرے بکن فلان و غنیمت شمار عمر
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند

"اے فلاں! بھلائی کے کام کر اور عمر کو غنیمت سمجھ اس سے
پہلے کہ آواز آئے کہ فلاں نہیں رہا۔"

جانا تو بہرحال ہے ہی اس سے بچنے کی کتنی ہی فکر، کتنی ہی کوشش اور کتنی ہی تدابیر کرلیں تو بھی اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ کام تو بہرحال کسی نہ کسی وقت ہو کر ہی رہے گا، اس لئے جہاں جارہے ہیں اس کی فکر کیجئے، وقت کی قدر کیجئے۔ ایک بحری جہاز میں کچھ لوگ سفر کررہے تھے کہ سمندر میں طوفان آگیا اور جہاز کے ڈوبنے کا یقین ہوگیا اس جہاز کا کپتان انگریز تھا لوگ پریشان ہو کر کپتان کے کمرے کی طرف بھاگے، دیکھا کہ کپتان صاحب بڑے آرام و سکون سے کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے لوگ چلائے کہ ارے کپتان صاحب! جہاز ڈوب رہا ہے اور آپ اخبار پڑھ رہے ہیں، کپتان کو تو بہت پہلے ہی علم ہو جاتا ہے، اس نے جواب دیا کہ مجھے تم سے پہلے معلوم ہے کہ ڈوب جائیں گے، غرق ہو رہے ہیں مگر زندگی کے چند لمحات جو باقی ہیں انہیں ضائع کیوں کروں؟ اس انگریز کپتان کے نزدیک اخبار دیکھنا ہی اہم کام تھا اس لئے وہ اخبار دیکھنے لگا۔ اس قصے سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے کہ زندگی کے لمحات کی قدر کریں اور زیادہ سے زیادہ آخرت کی تیاری کریں۔

۶۳ دنیوی نعمتیں آخرت بنانے کا ذریعہ:

لوگ دنیوی نعمتوں میں زیادہ منہمک اس لئے رہتے ہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو مقصود سمجھتے ہیں۔ مثلاً طلب شفاء کے لئے جب علاج کرتے کرواتے ہیں تو اس میں غلو اس لئے ہوتا ہے کہ شفاء کو اور دنیوی زندگی کو مقصود سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نعمتیں مقصود نہیں بلکہ ذریعہ مقصود ہیں اصل مقصود آخرت ہے اور یہ قاعدہ شرعاً و عقلاً مسلم ہے کہ مقصود اور ذریعہ مقصود کی تحصیل اور ان کی طرف توجہ میں ان کے درجات کے مطابق معاملہ رکھنا چاہئے، مقصود کا درجہ اہم ہے لیکن لوگ دنیوی

نعمتوں کی تحصیل میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ گویا یہی مقصود ہیں۔ دنیوی نعمتوں کو تحصیل آخرت کا ذریعہ بنانے کی یہ صورتیں ہیں:

❶ جب یہ استحضار رہے گا کہ اصل مقصود آخرت کی نعمتیں ہیں، دنیوی نعمتیں مقصد نہیں بلکہ تحصیل آخرت کے ذرائع ہیں تو آخرت بنانے کی طرف توجہ بڑھے گی۔

❷ دنیوی نعمتوں سے جو صحت وقوت حاصل ہوگی ان کے ذریعے آخرت کی نعمتیں زیادہ حاصل کر سکیں گے۔

❸ ان نعمتوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی معرفت حاصل کریں کہ نعمتوں کو کیسے کیسے پیدا فرمایا، ان نعمتوں کو پیدا فرمانے اور ان میں اثر رکھنے میں قدرت کے کیا کیا کرشمے ہیں۔

❹ ان نعمتوں کو استعمال کرنے میں کیسی کیسی لذتیں ہیں۔

❺ دنیوی نعمتیں آخرت میں جنت کی نعمتوں کا نمونہ ہیں انہیں دیکھ کر یا استعمال کر کے جنت کی نعمتوں کی ہوس اور طلب پیدا کریں ساتھ یہ بھی سوچیں کہ یہ نعمتیں جنت کی نعمتوں کی بنسبت چھوٹی بھی ہیں اور ناپائیدار بھی جبکہ جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے ہر لحاظ سے اعلیٰ وافضل ہونے کے ساتھ دائمی بھی ہیں، علاوہ ازیں دنیا کی نعمتیں اختیاری نہیں آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے بندے کے اختیار میں دے دیا ہے۔ جب یہ ثابت ہوا کہ دنیوی نعمتیں ذرائع ہیں خود مقصود نہیں تو دنیوی نعمتوں کی تحصیل اور ان کے استعمال میں انہماک کی بجائے قدر ضرورت پر اکتفاء کریں یعنی ان کی طرف صرف اتنی توجہ رہے کہ آخرت کی نعمتیں کمانے میں نقص واقع نہ ہو دونوں میں خاص تناسب رکھا جائے۔ جو بندہ اللہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں ایسی بصیرت وفراست پیدا فرما دیتے ہیں۔ بقدر ضرورت کا یہ مطلب نہیں کہ ضرورت سے زائد آسائش وآرائش طلب آخرت میں مخل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بدون ہوس اگر اللہ تعالیٰ کسی کو آسائش وآرائش کے اسباب

عطاء فرما دیتے ہیں تو انہیں بھی توجہ الی اللہ میں ترقی کا ذریعہ بنائیں ایسا نہ ہو کہ یہ نعمتیں اللہ سے غافل کر دیں، ان نعمتوں کو آئینہ جمال یار اور منعم سے محبت بڑھانے کا ذریعہ بنائیں ۔

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب دوام ما

"اے ہمارے ہر وقت پیتے رہنے کی لذت سے بے خبر! ہم پیالے میں رخ یار کا عکس دیکھ رہے ہیں۔"

﴿۶۴﴾ دنیوی تعلیم سے چھٹکارا پانے کی تدبیر:

اگر کوئی دنیوی تعلیم چھوڑ کر دین کے کام کرنا چاہتا ہو مگر والدین اجازت نہ دیتے ہوں تو اس کی بہت آسان تدبیر یہ ہے کہ امتحان میں قصداً ناکام ہو جایا کرے، دو تین بار ایسا کرے گا تو والدین سمجھ جائیں گے کہ یہ دنیا کمانے میں بے کار ہے اس لئے اسے مُلّا یا مجاہد بنا دو۔

﴿۶۵﴾ خواتین سے معاملہ:

خواتین سے معاملے کی تین قسمیں ہیں:

❶ حدود اللہ پر قائم رکھنے میں ذرا سی بھی رعایت نہ کی جائے۔

❷ اہم کاموں میں عورتوں سے مشورہ اور ان کی رائے قبول کرنے سے احتراز کیا جائے۔

(اس کی تفصیل وعظ "استخارہ و استشارہ" میں دیکھیں۔ جامع)

❸ ان سے خدمت وغیرہ لینے اور حسن معاشرہ میں ان کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی جائے۔

۶۶ اہل اللہ کا حال:

اہل اللہ کو مزاحیہ باتیں کرتے اور ہنستے ہنساتے دیکھ کر ان سے بدگمان نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے عشق نے انہیں مٹا دیا ہوتا ہے، ان کا حال یہ ہوتا ہے ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو
بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

"اے افسردہ دل زاہد! کبھی رندوں کی مجلس میں پہنچو تو ان کے لبوں پر خندہ دیکھو گے اور دلوں میں آگ کا انگارا۔"

دن گذارے ساز میں راتیں گذاریں سوز میں
عمر بھر ہم دن میں بلبل شب میں پروانہ رہے

۶۷ کفر کے طور و طریق پسند کرنے پر وعیدیں:

لباس پوشاک اور زندگی کے دوسرے طور و طریق میں انگریز کی مشابہت کو پسند کرنا اور بلا ضرورت انگریزی بولنا اور لکھنا یہ ناجائز تو ہے ہی اس کے علاوہ بہت بڑے عذاب بلکہ سلب ایمان کا خطرہ ہے۔ احادیث میں اس بارے میں بہت سخت وعیدیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من تشبہ بقوم فھو منھم﴾ (احمد، ابوداؤد)

"جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ اسی میں شمار ہوگا۔"

اور فرمایا:

﴿من کثر سواد قوم فھو منھم﴾ (ابو یعلی)

"جس نے کسی قوم کی رونق کو بڑھایا وہ انہی میں سے ہے۔"

(اس بارے میں ایک عبرت آموز قصہ وعظ "محبت الہیہ" عنوان "ایک غلط رجحان کی اصلاح" کے تحت میں دیکھیں۔ جامع)

(۶۸) ملاقاتیوں کے اشکال کا جواب:

بعض لوگوں کو میرے بارے میں یہ شکایت ہوتی ہے کہ اس سے ملاقات بہت مشکل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے تو ایسی پابندیاں اور ایسی مشکلات نہیں تھیں۔ اس اشکال کے جواب یہ ہیں:

❶ جو کام سلیقے اور ضابطے سے کیا جائے وہ خواہ کتنا ہی مشکل ہو آسان ہو جاتا ہے اور بے ضابطہ آسان سے آسان کام بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ میرے ہاں بھی ضابطے کے مطابق جو بھی ملاقات کرنا چاہے بہت آسانی سے ہو سکتی ہے۔

❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اللہ تعالیٰ نے جو رحمتیں، زیادہ کام نمٹانے کی صلاحیتیں اور قوتیں رکھی تھیں اور آپ کے اوقات میں جو برکتیں رکھی تھیں وہ کسی دوسرے میں کیسے ہو سکتی ہیں۔

❸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ہٹایا گیا شخص مردود ہو جاتا جبکہ کوئی دوسرا اپنی مجلس میں آنے سے کسی کو روک دے تو کوئی ایسی بات نہیں۔ پھر میں تو عام مجلس میں آنے سے کسی کو نہیں روکتا صرف خصوصی ملاقات کے لئے مصالح شرعیہ کے تحت کچھ ضوابط ہیں۔

❹ میرے سب کام نظام الاوقات کے تحت ہوتے ہیں جس کی اہمیت شرعاً اور عقلاً ثابت اور دنیا بھر کے مسلمات میں سے ہے (اس کی کچھ تفصیل اسی جلد میں ملفوظ نمبر ۹۸ میں ہے۔ جامع)

(۶۹) خوف کا علاج:

ایک عرب اپنی بیوی کو جہاز پر سوار ہونے کے لئے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا وہ ڈر

رہی تھی کہ جہاز کرنہ جائے تو وہ اسے سمجھا رہا تھا:

﴿کرری فی نفسک "قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا هو مولنا﴾ (۹ ـ ۵۱)

اپنے دل ہی دل میں یہ آیت دہراتی جائیں:

"آپ فرما دیجئے ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے۔"

کیسی اچھی تعلیم ہے اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کو پیش آمدہ خطرات سے کس کس طریقے سے تسلی دے رہے ہیں، آدھی سے بھی زیادہ پریشانی تو: قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ سے ہی رفع ہو جاتی ہے اور پھر آگے: ھو مولنا۔ اس نے تو بالکل قصہ ہی صاف کر دیا کہ جس کی طرف سے پریشانی ہے وہ تو ہمارا دوست ہے اس لئے اس کی طرف سے جو کچھ بھی مقدر ہو گا وہ یقیناً ہمارے حق میں بہتر ہی ہو گا۔

⑥ بہترین مقام:

بچہ ولادت سے پہلے ماں کے پیٹ میں چھوٹی سی اندھیری کوٹھڑی میں تین اندھیروں میں نجاسات و غلاظات میں لت پت اور متعفن خون کی غذاء کی حالت کو بہت عمدہ حالت سمجھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ بڑے عالیشان اور وسیع شیش محل میں ہے اور بہت عمدہ معیشت سے وقت گذار رہا ہے، جب پیدا ہونے لگتا ہے تو بہت ڈرتا ہے کہ ایسا عالیشان وسیع محل اور ایسی عمدہ معیشت کو چھوڑ کر کہاں گر رہا ہے۔ مگر جب وہ پیدا ہوتا ہے تو دنیا کی وسعت، بے انتہاء روشنی، رونق اور رنگینیوں کو دیکھ کر بہت حیران ہوتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ کیسی تنگ اور گندی جگہ سے نکل کر کیسے بہترین مقام میں پہنچ گیا۔ یہی حال دنیا و آخرت کا ہے، انسان مرتے وقت

گھبراتا ہے کہ دنیا کی بہاروں اور محلات کو چھوڑ کر جارہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اور اس کی بہاریں آخرت کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسے دنیا کے مقابلے میں ماں کا پیٹ ۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آئی ہے

یہ دنیا اہل دنیا کو بسی معلوم ہوتی ہے
نظر والوں کو یہ اجڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے
یہ کے دن کی بہار باغ ہے کے دن کی رونق ہے
مجھے پھولوں کے ہنسنے پہ ہنسی معلوم ہوتی ہے

اہل نظر کو اس اجڑی ہوئی دنیا کی عارضی رنگ رلیوں سے بھی اسباق معرفت ملتے ہیں ۔

حجاب اوروں کو دنیائے دنی معلوم ہوتی ہے
مجھے ہر سو تری جلوہ گری معلوم ہوتی ہے
تجھے یارب خبر ہے جس نظر سے دیکھتا ہوں میں
بتوں میں بھی تری صنعت گری معلوم ہوتی ہے

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
تری ہی سی رنگت تری ہی سی بو ہے

﴿۷۱﴾ متوکل داؤدی:

حضرت داؤد علیہ السلام کی امت میں ایک شخص کماتا نہیں تھا کہتا تھا کہ اللہ مجھے

کمائے بغیر ہی رزق دے گا۔ لوگ اسے بہت سمجھاتے کہ دنیا میں اللہ کا دستور یہی ہے کہ کمانا پڑے گا، حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہونے کے باوجود کماتے ہیں، مگر اس کا اسی پر اصرار کہ نہیں کماؤں گا۔ لوگوں نے جب بہت تنگ کیا کہ کیوں نہیں کماتے تو اس نے لوگوں کی باتوں سے بچنے کے لئے کمرے میں جا کر اندر سے کنڈی لگائی اور یہ دعاء شروع کردی ۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود
خفتم اندر سایۂ افضال و جود

کاہلان و سایہ خسپان را مگر
روزیئے بنہادہ ای نوع دگر

کاہلم چون آفریدی ای ملی
روزیم دہ ہم ز راہ کاہلی

چون زمین را پا نباشد جود تو
ابر را راند بسوئے او دو تو

طفل را چون پا نباشد مادرش
آید و ریزد وظیفہ بر سرش

طفل تا گیرا و تا پویا نبود
مرکبش جز گردن بابا نبود

"میں وجود میں کاہل اور سائے میں سونے والا ہوں، تیرے افضال اور کرم کے سائے میں سو رہا ہوں۔ تو نے کاہلوں اور سائے میں سونے والوں کے لئے بہت روزی مقدر فرمائی ہے جو دنیا سے ازالی ہی قسم کی ہے اے غنی! جب تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے تو مجھے روزی بھی کاہلی کی راہ سے عطاء فرما۔ چونکہ زمین کے پاؤں نہیں اس لئے تیرا کرم اس کی طرف بادلوں کی

گناؤں کو ہانکتا ہے۔ چونکہ بچے کے پاؤں نہیں اس لئے اس
کی ماں اس کے پاس آکر اسے خوراک دیتی ہے۔ بچہ جب تک
پکڑنے اور چلنے کی طاقت نہیں رکھتا، اس وقت تک اس کا ابا
اسے اٹھائے پھرتا ہے۔"

اس حال میں اچانک ایک بہت فربہ پہاڑی گائے نے آکر دروازے کو بہت زور سے ٹکر لگائی دروازے کو توڑ کر اندر آگئی اس نے جلدی سے چھری اٹھائی اور اسے ذبح کرلیا۔ اس میں تو پھر بھی اتنی ہمت تھی کہ خود ذبح کر کے گوشت بنا کر پکا کر کھالیا میرے اندر تو اتنی بھی ہمت نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ مجھ پر تو بنا بنایا پکا پکایا رزق برسا رہے ہیں۔ اس بارے میں دو باتیں خیال میں رہیں:

❶ اسباب کے ہوتے ہوئے بھی یہی سوچا کریں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، اسباب کے ہوتے ہوئے بھی کامیابی نہ ہونا، اسباب کا سوخت ہوجانا اور بلا اسباب کام بن جانا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسباب سے نظر ایسی ہٹ جائے کہ گویا ہیں ہی نہیں ؎

عقل در اسباب می دارد نظر
عشق می گوید مسبب را نگر

"عقل اسباب میں نظر رکھتی ہے، عشق کہتا ہے کہ مسبب کو دیکھو۔"

❷ رزق آخرت کے بارے میں بھی یہی سوچا کریں کہ ہماری مساعی اور کوششیں کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی ہے محض اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے، ہم تو دنیا اور آخرت دونوں کے لحاظ سے مفلس ہیں جو کچھ بھی ہے بس ان کا کرم ہے۔

﴿۷۲﴾ سفر سے ملنے والے اسباق:

فرمایا:

سفر سے کئی اسباق حاصل ہوتے ہیں مثلاً:

❶ ساری دنیا مسافر خانہ ہے خواہ ایک جگہ رہیں یا دوسری جگہ ہر جگہ مسافر خانہ ہے، اصل وطن کے لئے تیاری کریں۔

❷ سفر میں کئی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، کھانا، پینا، سونا کوئی چیز معمول اور خواہش کے مطابق نہیں ہو پاتی اس سے آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ مشقتیں برداشت کرنے کا سبق حاصل کریں۔

❸ ایک جگہ جن احباب سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے دوسری جگہ جانے سے وہ چھوٹ جاتے ہیں۔ پھر دوسری جگہ دوسرے احباب سے ملاقات ہوتی ہے، پھر کہیں اور جانا پڑے تو ان سے بھی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿احبب من شئت فانک مفارقه﴾ (اوسط طبرانی)

”جس سے چاہو محبت کرلو بالآخر یقیناً فراق ہوگا۔“

ہر بھائی بھائی سے جدا ہونے والا ہے ؎

وکل اخ مفارقه اخوه
لعمر ابیک الا الفرقدان

سب تعلقات عارضی ہیں ؎

از یکے گو از ہمہ یک سوئے باش
یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

”ایک کی بات کرو اور سب سے یکسو ہو جاؤ، یک دل اور یک قبلہ اور یک رو ہو جاؤ۔“

❹ نماز قضاء ہو جانا۔

❺ بلا ضرورت ترک جماعت۔

❻ معمولات دینیہ کا نقصان۔

میرا معمول ہے کہ روزانہ کئی کئی بار سفر سے واپسی کی یہ دعاء پڑھتا ہوں:

﴿تائبون آئبون حامدون صدق اللّٰہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ﴾

یہ سفر سے لوٹنے کی دعاء ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے لوٹتے وقت یہ دعاء پڑھا کرتے تھے، میں یہ دعاء اس لئے پڑھتا رہتا ہوں کہ کچھ پتا نہیں شاید ابھی چلے جائیں   ؎

شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود

کئی کئی بار یہ دعاء مانگتا ہوں اور یہ بھی کہتا رہتا ہوں:

﴿لبیک اللّٰھم لبیک﴾

"لبیک" کا اصل ہے: الب لک الباین۔ جس کے معنی ہیں: "تیرے ایک بار بلانے پر دو بار حاضر ہوں۔" تو لبیک اللھم لبیک کے معنی ہوئے: "ایک بار بلانے پر دو بار حاضر ہوں یا اللہ! تیرے ایک بار بلانے پر دو بار حاضر ہوں۔" حاصل یہ کہ تیرے ایک بلاوے پر چار بار یعنی بار بار اپنی جان پیش کرتا ہوں۔ بس دو بار لبیک کہتا ہوں مگر بار بار کہتا رہتا ہوں پورا تلبیہ اس لئے نہیں پڑھتا کہ وہ توحج وعمرہ کے ساتھ خاص ہے۔ ان دو چیزوں کا ایسا معمول ہے کہ کچھ نہ پوچھیں دل سے اٹھتی ہیں۔

۷۳ مدعی ولایت کا علاج:

ایک شخص نے حضرت اقدس کو رقعہ لکھا کہ میں اللہ کا ولی ہوں مجھے حضرت غوث اعظم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لقب ملا ہے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کا تحفہ لائے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری پیشانی پر اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ گئے ہیں، آپ

اللہ کے ولیوں کو پہچان لیتے ہیں، میں تنہائی میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حامل رقعہ کو حارسین نے دروازے پر بٹھا دیا اور رقعہ حضرت اقدس کے سامنے خلفاء العلماء کے دوران میز پر رکھ دیا گیا۔ حضرت اقدس نے رقعہ ملاحظہ فرما کر ازراہ تلطف علماء کرام سے دریافت فرمایا کہ اسے کیا جواب دیا جائے؟ بعض حضرات نے عرض کیا کہ مواعظ پڑھنے کا کہا جائے شاید ٹھیک ہو جائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:

"جو خود کو نبی سمجھتا ہو وہ ہمارے مواعظ کہاں پڑھے گا اس سے کہہ دیں کہ میں آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کا دماغ درست کردیں۔"

۷۴ جو بولے وہی کنڈی کھولے:

ایک متخصص فی الافتاء نے حضرت اقدس کی خدمت میں ایک کتاب پیش کی "جزء الرکعتین بعد الوتر جالسا" جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنے چاہئیں، حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب کوئی نئی کتاب لائے جس میں کسی منفرد موضوع پر قلم اٹھایا گیا ہو یا کتاب چھپنے سے پہلے ویسے ہی کوئی تحریر لائے تو بجائے اس کے کہ خود اس پر وقت صرف کریں لانے والے کے ذمے لگائیں کہ وہ اس کتاب کو پڑھے اور سابقہ تحقیقات سے موازنہ کرے مثلاً اسی مسئلے کو لے لیں وتر کے بعد کے نفل کے بارے میں احسن الفتاویٰ میں مستقل رسالہ ہے "اعدل الانظار فی الشفع بعد الایتار" جس میں دلائل سے لکھا ہے کہ وتر کے بعد نفل ہیں ہی نہیں۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کی طرف توجہ نہ فرمائی کہ وتر کے بعد نفل ہیں یا نہیں البتہ فرمایا کہ بیٹھ کر پڑھنا صحیح نہیں کھڑے ہو کر پڑھنے چاہئیں۔ بیٹھ کر پڑھنا اغلاط العوام میں سے ہے، سو بعد الوتر نفل کے بارے میں جو متخصص صاحب کتاب لائے ہیں انہی کے ذمے

لگائیں کہ وہ تینوں کتابیں امداد الفتاوی، احسن الفتاوی اور اس نئی کتاب کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں، چاہیں تو لکھ دیں کہ وتر کی تیسری رکعت بھی بیٹھ کر پڑھی چاہئے۔

﴿۷۵﴾ عربی کا ہمزہ اور اردو کی ہاء:

ایک مولوی صاحب نے ایک تحریر پیش کی جس میں "شیء" کو "شئ" لکھ دیا تھا یعنی ہمزہ کو یاء کے بعد لکھنے کی بجائے یاء کے اوپر لکھ دیا تھا، حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیء میں یاء کے اوپر ہمزہ لکھنے کا دستور غلط ہے، ہمزہ یاء کے بعد لکھنا چاہئے کئی علماء بھی عربی کا ہمزہ اور اردو کی ہاء جو ابتداء لفظ میں ہو صحیح رسم الخط میں نہیں لکھتے، اس کی اصلاح کی طرف توجہ کریں، بعض حضرات یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ ہم یہ حروف کبھی کبھار لکھتے ہیں اس لئے صحیح رسم الخط بھول جاتے ہیں، اس کا علاج یہ ہے کہ جسے بھولنے کا خطرہ ہو وہ روزانہ کوئی وقت معین کر کے چالیس دن لکھیں سبق یاد رہے گا ان شاء اللہ تعالی۔

﴿۷۶﴾ ماحول کی اصلاح کی ضرورت:

اصل اصلاح امت یہ ہے کہ ماحول بنانے کی کوشش کی جائے ماحول کو بنائے بغیر صرف ڈھیلی ڈھیلی باتیں کہہ دینا یا کوئی کتاب لکھ دینا کافی نہیں بلکہ خوب تصلب اور پوری قوت سے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ماحول درست ہو جائے۔ پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالی بہت بڑے عالم تھے معقولات میں بھی بہت ماہر تھے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالی نے ان کے بلند پایہ علم کی بہت تعریف فرمائی ہے، انہوں نے توحید پر ایک بہت مدلل کتاب لکھی ہے معقولات کے بہت زبردست دلائل ہیں، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالی نے یہ کتاب دیکھ کر بھی ان

کے علمی مقام کی بہت تعریف فرمائی ہے، اب تو سنا ہے کہ یہ کتاب چھپ گئی ہے پہلے عرصے تک قلمی چلی آرہی تھی، حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک قلمی نسخہ مجھے دیکھنے کے لئے دیا اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بہت تعریف فرمائی ہے، پھر فرمایا:

"اتنے بڑے محقق عالم نے توحید پر ایسی مدلل کتاب تو لکھ دی لیکن اپنے ماحول کو نہیں سدھارا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انہی کے سلسلے کے لوگ ان کی قبر کو سجدے کر رہے ہیں۔"

اتنے بڑے محقق عالم، اتنے بڑے موحد، توحید پر بہت زبردست مدلل کتاب لکھنے والے کے مرید انہی کی قبر کو سجدے کر رہے ہیں یہ ماحول نہ بنانے کا نتیجہ ہے۔

۷۷ دنوں کے ناموں پر اشکال کا جواب:

ہفتے کے عربی ناموں میں جمعہ کے بعد پہلے دن کو "احد" کہنا چاہئے تھا جبکہ اس کا نام رکھ دیا "سبت" اور پھر اس کے بعد "احد" یہ سوال میرے ذہن میں کئی سالوں سے گھوم رہا تھا مگر اس کی زیادہ اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے اس پر کبھی غور کرنے کا موقع نہ ملا، ایک بار ایک طالب علم نے اس بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ جواب دل میں ڈال دیا کہ دین موسوی میں یوم السبت کی فضیلت قرآن مجید سے ثابت ہے اس لئے وہ لوگ اپنے مقدس دن کے بعد والے دن کو پہلا دن شمار کرتے ہوں گے اسلام نے اس وقت یا اس سے بھی پہلے سے چلے ہوئے ناموں کو ویسے ہی برقرار رکھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ طالبین کے سوالات بلکہ معاندین کے اعتراضات سے بھی اہل حق کے علوم میں اضافہ ہوتا ہے۔

۷۸ قلب کی اہمیت قالب سے زیادہ ہے:

جس چیز کے مضر ہونے میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہو بلکہ اس حد تک اختلاف ہو

کہ بعض کسی چیز کو مرض کا علاج بتاتے ہیں اور بعض اسی سے سخت پرہیز بتاتے ہیں تو لوگ اس سے بھی احتیاط کرتے ہیں تاکہ قالب کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، قلب کی اصلاح کی اہمیت تو قالب سے کہیں زیادہ ہے اس میں تو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے لہٰذا قلب کے لئے جو چیزیں مضر ہیں ان کے بارے میں علماء کا ذرا سا بھی اختلاف ہو تو ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔

⑦۹ بچوں کو سزا دینے کے طریقے:

بچوں کو مارنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے کہ حد سے تجاوز ہوگیا تو وہ نابالغ کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا، زیادہ مارنے کی بجائے کوئی دوسری تدبیر کیا کریں مثلاً:

۱ محبت سے سمجھانا۔

۲ جہنم کی آگ سے ڈرانا۔

۳ لوگوں کی نظروں میں برا بننے سے ڈرانا۔

۴ شروع ہی سے ایسا ضابطہ اور رعب رکھنا کہ ذرا سی ڈانٹ بلکہ ذرا سی آنکھ دکھانے سے ہی بچے شرارت سے باز آجائیں۔

۵ بات نہ کرنا۔

۶ بقدر ضرورت چٹکی لینا۔

۷ کھڑا کردینا۔

۸ ہاتھ یا پاؤں باندھ دینا۔

۹ چارپائی وغیرہ سے باندھ دینا۔

۱۰ کھانا پینا بند کردینا وغیرہ۔

⑧⓪ اچانک موت سے پناہ کی حکمت:

اچانک موت سے پناہ مانگی گئی ہے، اس میں ایک حکمت بلکہ سب سے بڑی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ کوئی دینی یا دنیوی کام کرنے کی خواہش ہو تو وہ باقی نہ رہ جائے اس لئے اس کا اہتمام رکھنا چاہئے کہ ہر سانس کو آخری سانس سمجھ کر دینی و دنیوی تمام معاملات سے حتی الامکان ہر وقت سبکدوش رہنے کا معمول بنالیا جائے۔

⑧① سلام میں ابتداء کی فضیلت:

سلام میں ابتداء کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے، عام قاعدہ یہ ہے کہ واجب کا ثواب مستحب سے زیادہ ہوتا ہے مگر تین مواقع میں مستحب کا ثواب واجب سے زیادہ ہے:

❶ سلام کہنا مستحب اور اس کا جواب دینا واجب ہے مگر اس مستحب کا ثواب واجب سے زیادہ ہے۔

❷ چھینک کے بعد الحمد للہ کہنا مستحب ہے اور اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا واجب، یہاں بھی مستحب کا ثواب واجب سے زیادہ ہے۔

❸ تلاوت قرآن مستحب ہے اور سماع واجب ہے معہذا تلاوت کا ثواب سماعت سے زیادہ ہے لیکن یہاں وجوب سماع میں طویل بحث ہے جس کی تفصیل احسن الفتاوی میں ہے۔

سلام میں ابتداء کرنے میں زیادہ فضیلت اس لئے ہے کہ اس سے باہم محبت بڑھتی ہے اور محبت بڑھنے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا اولا ادلكم على شيء اذا فعلتموه تحاببتم افشوا

السلام بینکم ﴿ (مسلم)

"تم جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تمہارا ایمان قبول نہیں جب تک باہم محبت نہ رکھو، کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں کہ تم وہ کرو تو باہم محبت رکھنے لگو، آپس میں سلام پھیلاؤ۔"

سلام کہنے سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے پھر سلام میں ابتداء کرنے والے سے محبت اور بھی زیادہ ہوتی ہے، علاوہ ازیں اس سے مرض عجب سے حفاظت رہتی ہے، جو شخص اس کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی مدد کرتی ہے وہ طالب کو محروم نہیں کرتے۔

حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ کو سلام میں کوئی ابتداء نہیں کر سکتا خواہ کوئی کتنی ہی کوشش کرلے کامیاب نہیں ہو سکتا، اس ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ مولانا سامنے آنے والے شخص کو اتنی دور سے سلام کہہ دیتے تھے کہ سامنے والا شخص اتنی دور سے چلا کر سلام کہنے کو خلاف ادب سمجھتا، اس لئے ذرا قریب پہنچنے کے انتظار میں رہتا، یہ ابھی اسی سوچ ہی میں ہوتا اتنے میں ادھر سے سلام آپہنچتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں مولانا کے سامنے سلام میں ابتداء کرنے کی یہ تدبیر ڈالی کہ میں جب حضرت مولانا کو سامنے سے تشریف لاتے دیکھتا تو نظریں جھکالیتا، اسی حال میں مولانا کی طرف بڑھتا جاتا، جب پانچ چھ قدم کا فاصلہ رہ جاتا تو ایک دم نظریں مولانا کی طرف اٹھاتے ہی فوراً ساتھ ہی سلام کہہ دیتا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس تدبیر میں کامیاب فرما دیا۔ مولانا اس سے قبل سلام میں ابتداء اس لئے نہیں کر پاتے تھے کہ جب کوئی زیادہ دور ہو اور متوجہ بھی نہ ہو تو اسے سلام کہنا مشکل ہے، اب سننے والے پریشان ہو جائیں گے کہ معلوم نہیں کسے سلام کہا ہے۔

جامع عرض کرتا ہے:

"ہمارے حضرت اقدس کا بھی یہی معمول ہے کہ ہر چھوٹے بڑے کو سلام میں ابتداء کرتے ہیں حتی کہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، اس کی تفصیل انوار الرشید جلد اول عنوان "تواضع و سادگی" میں ہے۔"

۸۲ دین و دنیا کو تباہ کرنے والا مرض:

دین و دنیا دونوں کو تباہ کرنے والا ایک مرض عام ہو گیا ہے، وباء کی طرح پھیل گیا ہے وہ یہ کہ مختلف علماء کے شاگرد اور مختلف مشائخ کے مرید، ایسے ہی عوام بھی بعض علماء اور بعض مشائخ کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں، اپنے استاذ یا شیخ کی تعریف اور اس کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ دوسرے علماء و مشائخ کی تنقیص ہوتی ہے، یہ طریقہ جائز نہیں بہت خطرناک ہے۔ استاذ و شیخ کی تعریف کرنا بہت اچھی بات ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب میں ترقی کا ذریعہ ہے مگر ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ دوسروں کی تنقیص ہو اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی بجائے اس کا غضب ہوتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں جیسے کئی شہزادے ہوں ان میں سے کسی ایک کی اس طرح تعریف کی جائے کہ دوسروں کی تنقیص ہو اس سے بادشاہ کی رضا اور قرب حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ الٹا اس کے غضب اور ناراضی کا باعث ہو گا بلکہ جس بھائی کی اس طرح تعریف کی جارہی ہو اگر اس میں کچھ عقل و شعور ہے تو وہ بھی اپنی اس تعریف سے خوش نہیں ہو گا بلکہ ناراض ہو گا۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس پر زیادہ اطمینان ہو یا جس سے زیادہ انتفاع کی توقع ہو استفادے کے لئے اسے منتخب کرلیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ منجانب اللہ میرے حق میں یہی سب سے زیادہ بہتر ہیں لیکن دوسروں کی تنقیص ہرگز نہ کریں سب اکابر و مشائخ کے بارے میں اچھا گمان اور اچھا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ (اس کی تفصیل وعظ "بیعت کی حقیقت" میں دیکھیں۔ جامع)

﴿۸۳﴾ طالب علم اور درویش چور نہیں ہوتے:

کسی مدرسے یا خانقاہ میں کبھی کوئی چوری کا واقعہ پیش آجائے تو لوگ تعجب سے کہتے ہیں کہ طالب علم اور خانقاہی درویش بھی چوری کرتے ہیں۔ ان کا یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ طالب علم چوری نہیں کرتا بلکہ چور چوری کی غرض سے طالب علم بن کر مدرسے میں داخل ہوتا ہے اسی طرح درویش چور نہیں ہوتا بلکہ چور اپنے مقصد کے لئے درویش بن کر خانقاہ میں آتا ہے۔

﴿۸۴﴾ الارم کے لئے اذان کی کیسٹ:

اذان اسی موقع کے ساتھ مخصوص ہے جس کے لئے شریعت نے اسے معین فرمایا ہے یعنی نماز کی جماعت، یہ جو آج کل دستور ہوگیا ہے کہ گھڑیوں میں الارم کے لئے گھنٹی کی بجائے اذان کی کیسٹ بھر دیتے ہیں یہ صحیح نہیں اگرچہ کیسٹ میں بھری ہوئی اذان اصل اذان کی آواز نہیں اس کی نقل ہے لیکن نقل کا بھی تو احترام کرنا چاہئے یہ اذان والی کیسٹ دوسرے عام کام کے لئے لگانے کی قباحت تو ظاہر ہے ہی نمازوں کے لئے بیدار یا متوجہ ہونے کی خاطر لگانا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ مواقع شریعت کے خلاف ہے۔

﴿۸۵﴾ قلم کی حفاظت کا طریقہ:

بسا اوقات کسی کو کسی سے وقتی طور پر کچھ لکھنے کے لئے قلم لینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ قلم دے تو دیتا ہے مگر واپس لینا بھول جاتا ہے، کبھی لینے والا شرارت کرتا ہے کہ قصداً واپس نہیں کرتا، اس نقصان سے بچنے کے لئے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کر رکھی تھی کہ قلم کے سرپوش میں دھاگا باندھ کر گریبان کے کاج میں باندھ رکھا تھا جب کوئی قلم مانگتا اسے سرپوش سے نکال

کر دیتے: سرپوش کے بغیر دوسرے کے کسی کام کا تو ہے نہیں وہ رکھے تو کہاں رکھے اس لئے اسے نسیان یا شرارت کا موقع نہیں ملتا تھا۔

(۸۶) وہم کا علاج:

بہت سے لوگوں کو وہم ہوتا ہے پاکی ناپاکی کے بارے میں، کسی ناپاک چیز کو دھونے لگتے ہیں تو دھوتے ہی چلے جاتے ہیں، وضوء کرتے ہیں تو ایک ایک عضو کو کئی کئی بار دھوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں تو ایک ایک لفظ کو دھراتے رہتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے:

> "اپنے نفس کو یوں خطاب کرے کہ تو اللہ کا بندہ ہے یا اپنے نفس کا بندہ، اس بات کو خوب سوچے پھر یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ چلو میں پانی لے کر دوسرے چلو سے ملا کر ہاتھ دھوئے اس طرح تین بار دھونے سے ہاتھ پاک ہو گئے۔"

اسی پر سب چیزوں کو قیاس کرلیں اگر اللہ کے فیصلے کے مطابق عمل نہیں کرتا اپنے وہم کے مطابق عمل کرتا ہے تو یہ اپنے نفس کا بندہ ہے اللہ کا بندہ نہیں کیونکہ یہ نفس کے فیصلے کو اللہ کے فیصلے پر مقدم رکھتا ہے (اس بارے میں وعظ "وہم کا علاج" بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ جامع)

(۸۷) سب سے بڑی نعمت:

دنیا کی ہر نعمت مکدر، غیر اصلی اور غیر اختیاری ہے اس لئے اسے حاصل کرنے کے لئے زیادہ کوشش نہیں کرنی چاہئے مل گئی تو ٹھیک ورنہ اس میں زیادہ فکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ بسا اوقات یہ فکر اگر بڑھ جائے تو آخرت کے لئے مضر ہوتی

ہے کہ اس میں لگ کر انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ آخرت کی نعمتیں غیر مکدر اور صافی ہیں انہیں حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہئے، سب سے بڑی نعمت تو اللہ کی محبت ہے اسے حاصل کرنے اور اس میں ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ فکر و کوشش کی جائے۔

﴿۸۸﴾ خانقاہ میں حاضری کی ضرورت:

خانقاہ میں وعظ و تذکیر کا سلسلہ ہو یا نہ ہو بہر حال اہل سلسلہ کے لئے خانقاہ میں حاضری کا معمول بنانا لازم ہے، یہ مسئلہ اگرچہ شرعاً، عقلاً اور طبعاً ہر لحاظ سے بہت ہی واضح اور دنیا بھر کے مسلمات میں سے ہے لیکن برائے نام عاشقوں میں اتنی عقل بھی نہیں، اس لئے اس کی وجوہ بتاتا ہوں:

❶ مقامات مبارکہ سے برکت حاصل کرنا قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

❷ خانقاہ میں بار بار حاضری سے شیخ کے ساتھ محبت و عقیدت بڑھتی ہے اور جس قدر محبت و عقیدت بڑھے گی اسی قدر فیض زیادہ حاصل ہوگا۔

❸ بار بار حاضری میں محبت و عقیدت کا اظہار ہے اور شرعاً، عقلاً و تجربۃً محبت و عقیدت کا اظہار محبت و عقیدت میں ترقی کا نسخہ اکسیر ہے۔

❹ بار بار حاضری شیخ کی نظر عنایت اور خصوصی دعاء و توجہ کا ذریعہ ہے۔

❺ خانقاہ میں اللہ کی خاطر جمع ہونے والے قلوب کی برکت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور فکر آخرت پیدا ہوتی ہے۔

❻ خانقاہ تک آمد و رفت کی مشقت و مصارف برداشت کرنے اور وقت صرف کرنے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

(حضرت اقدس اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری بلکہ شیخ کے خالی گھر کی زیارت کے لئے کیسے بے تاب رہتے تھے اس کی تفصیل انوار الرشید جلد اول عنوان "محبت

شیخ" میں پڑھیں۔ جامع)

۸۹ اسباب حرمت:

اسباب حرمت چار ہیں:

❶ من اللہ۔ یعنی جس چیز کو اللہ نے کوئی علت بتائے بغیر حرام کردیا جیسے خنزیر وغیرہ۔

❷ استخباث۔ "استخباث" کے معنی ہیں طبعی کراہت، مثلاً چائے کی پیالی میں مکھی گر گئی تو وہ چائے حرام ہوجائے گی، جاہل صوفیوں نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ جس شے میں مکھی گر جائے تو مکھی کو ڈبو کر نکال دو اور اس چیز کو استعمال کرلو، حالانکہ یہ صرف ٹھنڈی چیزوں کے بارے میں ہے اور وہ بھی کوئی واجب، سنت یا مستحب نہیں صرف جواز ہے، اگر ٹھنڈی شے میں گرنے پر اسے استعمال نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن گرم چیز میں مکھی کا عرق نکل جائے گا اس صورت میں اسے پینا جائز نہیں کیونکہ اس میں علت حرمت یعنی استخباث پائی جاتی ہے، اگر سالن کی دیگ وغیرہ میں ایک دو مکھیاں گر جائیں تو اس سے کراہت طبعیہ نہیں پائی جاتی، استخباث نہ ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال جائز ہے۔

❸ نجاست۔ جیسے خون اور پیشاب وغیرہ، پیشاب کا ایک قطرہ بھی پانی میں گر گیا تو پانی ناپاک ہوگیا۔

❹ ضرر۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اس سے ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو حرام ہے، ورنہ حلال، جیسے سنکھیا وغیرہ بہت سے خطرناک زہر دواؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔ پھر اس میں اشخاص، مزاج اور حالات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوتا رہے گا۔

اسی سے جلی ہوئی روٹی کا حکم معلوم ہوگیا، جاہل صوفی (وہمی لوگ) جلی ہوئی روٹی نہیں کھاتے کہ یہ راکھ ہے اس لئے حرام ہے۔ حالانکہ جلی ہوئی روٹی نقصان نہیں دیتی بلکہ معدے اور جریان دم کے امراض میں بہت مفید ہے، بعض دوسرے

امراض کے لئے بھی قدیم و جدید اطباء اسے مفید بتاتے ہیں خاص طور پر ایسا زخم جس سے خون بند نہ ہو رہا ہو اس پر راکھ رکھنے سے بہت افاقہ ہوتا ہے۔ غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور زخمی ہو گیا خون رک نہیں رہا تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی چادر سے کچھ ٹکڑا پھاڑ کر اسے جلا کر اس کی خاکستر زخم پر لگائی تو خون بند ہو گیا۔ ہومیو پیتھی کی ایک دواء ہے "کاربوویج" یہ معدے کے امراض کے علاوہ اور بھی کئی خطرناک امراض کے لئے بہت مفید ہے، یہ راکھ ہے، ویسے بھی ہومیو پیتھی، ایلو پیتھی وغیرہ میں بہت سی دواؤں میں راکھ استعمال ہوتی ہے اس بناء پر روٹی جو کہیں کہیں سے جل جاتی ہے اسے کھالینا چاہئے یہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ جل جانے سے تو انقلاب ماہیت کی وجہ سے حرام چیز بھی بالاتفاق حلال ہو جاتی ہے، انقلاب ماہیت کی دوسری مثال یہ کہ گدھا نمک کی کان میں گر کر نمک بن گیا، اگرچہ اس کا سر، دھڑ، سب اعضاء الگ الگ نمک کی صورت میں نظر آ رہے ہوں تو بھی سب کچھ حلال ہے۔ اگر انقلاب ماہیت تو نہ ہوا لیکن تغیر اوصاف ہو گیا تو بھی بصورت ابتلاء عام یہ چیز پاک اور جائز الاستعمال ہو جاتی ہے، جیسے مشہور ہے کہ مغربی ممالک سے آنے والے صابن میں کچھ ناپاک اور حرام اشیاء مثلاً خنزیر کی چربی ڈالتے ہیں چونکہ اس میں تغیر اوصاف ہو جاتا ہے لہٰذا ہر طرح کا صابن استعمال کرنا جائز ہے۔

۹۰ اجازت حدیث اور حضرت اقدس کا معمول:

کسی عرب شیخ نے حضرت اقدس کو اپنی ایک تصنیف ہدیۃً بھجوائی حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ حضرات مجھ سے خلاف ضابطہ رعایت حاصل کرنے کی غرض سے مجھے ہدایا بھیجتے ہیں۔ ایک بار مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مسجد نبوی کے امور اوقاف کے مسؤل نے حدیث کی سند حاصل کرنے کے لئے اپنا نمائندہ بھیجا، انہوں نے مفتی عبدالرحیم صاحب کے ذریعے درخواست پیش کی تو میں نے انہیں سند حدیث دینے

کی یہ شرائط بتائیں:

❶ علم میں اتقان اور عمل میں تقویٰ کا یقین ہو۔

❷ میرے پاس کم از کم دس سال رہیں۔

❸ پھر جہاد کے محاذ پر خط اول پر ایک چلہ لگائیں۔

اس کے بعد میں غور کروں گا۔ امارات وغیرہ سے بھی متعدد مشائخ نے اجازت حدیث کی درخواست کی تو میں نے انہیں بھی یہی جواب لکھوایا۔

⑨① مدح وذم برابر:

حضرت اقدس کی تعریف میں ایک نو عمر شاعر نے معنوی و شعری ہر دو وزن کے انتہائی حسین امتزاج پر مشتمل بعنوان "مسیحائے زماں" ایک بہت اچھی نظم لکھی ہے جسے ناشرین نے انوار الرشید کی ابتداء میں شائع کردیا ہے۔ اس نظم سے متعلق بعض حضرات نے علماء و طلبہ کی بھری مجلس میں یہ درخواست کی کہ سرگودھا سے فلاں صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں جو یہ نظم بہت اچھے ترنم سے پڑھتے ہیں اگر حضرت اقدس اجازت مرحمت فرمائیں تو وہ اپنے وجد آفریں مخصوص ترنم میں یہ نظم سنانا چاہتے ہیں، اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ مسئلہ یہ ہے کہ مداحین و ذامین یعنی مدح کرنے والوں اور مذمت کرنے والوں دونوں قسم کے لوگوں کی باتیں سنتے رہنا چاہئے تاکہ توازن برقرار رہے، پارہ ٹھیک رہے۔ اگر صرف تعریف کرنے والوں کی باتیں سنیں گے تو نفس و شیطان گردن توڑ دیں گے لہٰذا دونوں جانب کی باتیں سننی چاہئیں۔

انوار الرشید کی ابتداء میں مداحوں کی دو نظمیں ایک مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کی دہلی تہاڑ جیل سے لکھی ہوئی دوسری "مسیحائے زماں" شائع ہوگئی ہیں اور بھی کئی نظمیں ہیں جو میں نے شائع کرنے کی اجازت نہیں دی، توازن قائم رکھنے کے لئے ہونا تو یہ چاہئے کہ پہلے ذامین یعنی مذمت کرنے والوں اور مخالفین و

معاندین کی میرے بارے میں اتنی ہی نظمیں جمع کریں پھر جب کسی مداح کی نظم ایک بار سنائیں تو اس کے ساتھ کسی ذام کی نظم دوبار سنائیں پھر تو کچھ مزا بھی آئے یونہی یکطرفہ معاملہ صحیح نہیں۔

انوار الرشید میں ان نظموں کے علاوہ جتنے مدحیہ کلمات ہیں مخالفین نے مخالفت میں ان سے زیادہ ہی لکھے ہوں گے وہ بھی سننے چاہئیں، مخالفین کے اعتراضات سننے میں ذہنی توازن برقرار رہنے کے علاوہ دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ ان کے اعتراضات میں شاید کوئی بات صحیح ہو تو اس کی اصلاح کرلی جائے، مدح و ذم دونوں کو اپنے احتساب و فکر آخرت کا ذریعہ بنانا چاہئے بہرحال اپنی اصلاح کی فکر میں لگے رہنا چاہئے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بدعتیوں کا اعلیٰ حضرت اپنے رسالے میں معاذ اللہ! بہت برا بھلا لکھتا تھا، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی لہذا آپ اپنے بارے میں یہ مضمون خادم سے پڑھوا کر سنتے تھے۔ ایک بار اعلیٰ حضرت نے بہت زیادہ برا بھلا لکھا خادم نے سنانا مناسب نہ سمجھا، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ اس بار ہمارے دوست نے ہمیں یاد نہیں کیا؟ خادم نے عرض کیا کہ اب تو کچھ زیادہ ہی یاد کیا ہے، حضرت نے فرمایا پھر تو ضرور سناؤ، اصرار کرکے وہ مضمون سنا۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ جب حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوئے تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار دریافت فرمایا کہ دوسرے مرید تو اپنا حال بتاتے ہیں آپ اپنا کوئی حال بتاتے ہی نہیں؟ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ رو دیے اور عرض کیا کہ حضرت! کوئی حال ہو تو بتاؤں یہاں تو کوئی حال ہے ہی نہیں البتہ اتنی بات ہے کہ مدح و ذم برابر ہوگئے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام عطاء فرما دیا پھر بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ کوئی حال ہے ہی نہیں، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں

وجاہ کے بارے میں دو شعر ؎

آفریں تجھ پہ ہمت کوتاہ
طالب جاہ ہوں نہ طالب مال
مال اتنا کہ جس سے ہو خور و نوش
جاہ یہ کہ خلق کا نہ ہوں پامال

اللہ کرے ہر مسلمان کو یہ حال مل جائے کہ مدح وذم برابر ہوجائیں۔

عزت وذلت تو صرف وہ معتبر ہے جو اللہ کے ہاں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ہاں عزت عطاء فرمائیں اور اپنے ہاں کی ذلت سے حفاظت میں رکھیں۔

میں انوار الرشید میں اپنے مداحین کی نظمیں یا دوسرے مضامین کبھی کبھی اس نیت سے بہت غور سے دیکھتا ہوں کہ میرا کیا حال ہے اپنے حالات کا جائزہ لیتا ہوں کہ کچھ ہے بھی یا نہیں، ساتھ ہی یہ تین قصے بھی سوچتا ہوں:

❶ جمان ❷ قاضی جونپور ❸ ابوجریر

(پہلے دو قصے جواہر الرشید کی اسی جلد کے ملفوظ نمبر ۲۱ میں دیکھیں۔ جامع)

ابو جریر:

حضرت اقدس کے ایک خلیفۂ مجاز نے خط میں آپ کی طرف کچھ زیادہ القاب لکھ دیئے۔ حضرت اقدس نے جواب میں تحریر فرمایا:

"میرے مداح جریر ہیں اور میں ابوجریر۔"

عرب میں جریر بہت مشہور شاعر گذرا ہے، اس سے کسی نے پوچھا:

"پورے عرب میں سب سے بڑا شاعر کون ہے؟"

اس نے کہا:

"میرے ساتھ میرے گھر چلو، وہاں جا کر بتاؤں گا۔"

جریر اسے اپنے گھر لے گیا، دروازے پر کھڑا کر کے خود اندر چلا گیا، اندر سے ایک بوڑھے کو اپنے ساتھ باہر دروازے پر لایا۔ یہ بوڑھا بہت بدصورت تھا مزید برین بوسیدہ لباس اور پراگندہ بالوں کی وجہ سے انتہائی وحشیانہ منظر سونے پر سہاگا، ڈاڑھی سے دودھ ٹپک رہا تھا۔ جریر نے بتایا:

"یہ بوڑھا میرا باپ ہے، اس کی شکل و صورت تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں اس کے ساتھ یہ بخیل بھی اس قدر ہے کہ بکری کا دودھ کسی برتن میں اس لئے نہیں دوہتا کہ مبادا کسی کے کان میں اس کی آواز پڑ جائے اور وہ دودھ لینے آجائے اس لئے یہ بکری کا تھن اپنے منہ میں لے کر چوستا ہے، پھر تمیز اتنی کہ دودھ منہ سے باہر گر کر ڈاڑھی پر سے ٹپک رہا ہے۔ میں نے مقابلے کے مشاعروں میں ایسے باپ کی تعریف میں ایسے اشعار کہے ہیں کہ ان کے ذریعے پورے عرب کے شاعروں پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، اب آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ پورے عرب میں سب سے بڑا شاعر کون ہے۔"

اس زمانے میں عرب کے شاعروں میں یہ دستور تھا کہ مقابلے کے مشاعروں میں اپنے اپنے آباء و اجداد کی تعریف میں شعر کہا کرتے تھے۔

اور اگر واقعۃً کچھ ہے تو اس میں میرا کچھ کمال نہیں صرف میرے رب کریم کی عطاء ہے اس حقیقت کے استحضار کے لئے اور زیادہ سے زیادہ دل میں اتارنے کے لئے محمود و ایاز کا قصہ سوچا کرتا ہوں:

محمود و ایاز کا قصہ:

ایاز روزانہ اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر کے بہت دیر بیٹھے رہتے تھے،

دوسرے وزراء کو شبہ ہوا کہ یہ شاہی خزانے سے کچھ چرا کر لاتے ہیں اور اپنے کمرے میں دفن کرتے ہیں انہوں نے بادشاہ سے شکایت کی، بادشاہ نے چھاپا مارنے کا حکم دیا وزراء حسد میں جلے جارہے تھے اس لئے بہت خوش ہورہے تھے کہ آج ایاز پکڑا جائے گا، بادشاہ کے حکم سے کمرا کھلوایا گیا تو دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار میں کھونٹی پر ایک پرانی گدڑی ٹنگی ہوئی ہے ایاز اس کی طرف دیکھ رہے ہیں، انہوں نے پوچھنے پر بتایا کہ میں روزانہ اس گدڑی کی طرف دیکھ کر اپنے نفس سے کہا کرتا ہوں کہ ایاز! تیری حقیقت یہ ہے اور آج تو جس تنعم میں ہے وہ محض بادشاہ کا کرم ہے کہیں اپنی حقیقت کو بھول مت جانا۔ وزراء یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔

(۹۲) مدرسے کے لئے چندہ:

کل ایک مولانا صاحب نے ایک ایسے مولانا صاحب کا خط اور دو کتابیں مجھے بھجوائیں جو ایک مشہور جامعہ سے فارغ ہیں اور عرصے سے مجھے جانتے ہیں مگر افسوس کہ انہیں میری ایک حالت کا بھی صحیح علم نہیں۔ انہوں نے خط میں لکھا کہ ان کا مدرسہ ہے اور گذارہ بڑی مشکل سے ہورہا ہے کتابیں نہیں ہیں، مجھے لکھا کہ کسی صاحب خیر سے انہیں کتابیں دلوادیں، کتابوں کی ایک بہت لمبی فہرست بھیجی ان کے خط کے ساتھ جوابی لفافہ نہ تھا ورنہ انہیں جواب لکھواتا کہ مدارس کے بارے میں میرے جو تین چار رسالے ہیں وہ پڑھیں۔ افسوس انہیں یہ لکھتے وقت یہ خیال بھی نہ آیا کہ میں اہل مدارس کو بھیک مانگنے سے کیسے روکتا ہوں، اگر یہ لکھتے کہ دعاء کردیں تو مجھے خوشی ہوتی کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنے کو کہا ہے، یہ کیسے لکھ دیا کہ کسی سیٹھ سے کہہ دیں، اتنا نالائق کہ مجھے غیر اللہ کی طرف جانے کی ترغیب دے رہا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی کہتا کہ مدرسے کی تعمیر کے لئے کچھ امداد کردیں یا کروادیں تو فرماتے ارے! تعمیر کیا، کچی اینٹوں سے عمارت بنالو، وہ کہتا

کہ یکی تو گر جائیں گی تو فرماتے کچی بھی گر جائیں گی۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ملفوظ کو بار بار پڑھیں۔

تم کون ہو اللہ کے معاملے میں دخل دینے والے، مدرسے کو ذلیل کر کے چلانے والے، کیا آخرت میں ایسے نالائقوں سے سوال نہیں ہو گا؟

پہلے میں حرمین شریفین جاتے ہوئے بہت ڈرتا تھا کہ کہیں لوگ مجھے چندہ مانگنے والا نہ سمجھیں، وہاں عرب مشائخ سے چندہ مانگنے کے لئے مولویوں کی ایک بہت بڑی تعداد پہنچ جاتی ہے، وہاں بڑے بڑے مشائخ ریاض سے آتے ہیں ان کے لئے مخصوص قالین بچھائے جاتے ہیں اور تکیے رکھے جاتے ہیں، ان کی ایک مخصوص قطار بیٹھی رہتی ہے، ان کے سامنے وہ مولوی صاحبان جا کر بیٹھتے ہیں زیادہ تر پاکستانی اور ہندوستانی ہوتے ہیں، ان کی شباہت بھی ایک جیسی ہوتی ہے، ان کا حال کیا ہوتا ہے، شیروانی کے بٹن کھلے ہوئے اور کندھے پر رومال پھر جب وہاں سے کچھ لے کر اٹھتے تو کیسے چلتے کچھ نہ پوچھیں جیسے ''کبک دری'' کبک دری میں نے کبھی دیکھی تو نہیں لیکن سنا ہے کہ اس کی چال بڑی زبردست ہوتی ہے۔ میں کسی زمانے میں بیت اللہ کے قریب ترین بین الحجر والرکن بیٹھتا تھا، وہ لوگ سامنے ہی ہوتے تھے، ایک بار ان کے ایک ڈرائیور کو نجانے کیسے خیال آگیا کہ وہ میرے پاس آکر پوچھنے لگے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے انہیں زیادہ نہیں بتایا بس اتنا بتایا کہ پاکستان سے کراچی سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا کوئی مدرسہ ہے تو بتائیں میں آپ کی مدد کروا دوں گا۔ میں نے کہا کہ میں جس کے گھر آیا ہوں اس کی مدد کافی ہے، پھر میں نے وہاں بیٹھنا ہی چھوڑ دیا۔

ہمارا تو یہ حال ہے اور اس مولوی نے مجھے خط لکھ دیا کہ کسی سیٹھ سے کہہ کر اسے کتابیں دلوا دیں۔ خط کے ساتھ دو کتابیں بھی بھیجی تھیں جو دوبئی بینک کی چھپی ہوئی تھی پہلے تو میں اسی پر چونکا کہ انہیں ہاتھ لگانا بھی جائز ہے یا نہیں؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمیں قریب میں ایک بینک کے ملازم رہتے تھے، یہاں ہماری مسجد میں نماز

پڑھتے تھے، وہ بیمار ہوگئے، حرام خور دین کی طرف متوجہ ہوجائے تو اس کی رعایت کرنی چاہئے، اس لئے میں ان کے گھر کے دروازے پر چلا گیا۔ یہ وہی ہیں جن کی بیوی کہتی تھیں کہ مفتی صاحب بہت بڑے اسپیشلسٹ ہیں، ان کی بیوی بہت سخت بیمار تھیں میری بتائی ہوئی دواء کی دو تین خوراکوں سے ہی فائدہ ہوگیا، تفصیل انوار الرشید میں ہے، پھر تو جو بھی بچہ بیمار ہوتا میرے پاس لے آتے۔ میں جب ان کی عیادت کے لئے گیا تو یہ بات تو یقینی تھی کہ اندر نہیں جاؤں گا، انہیں بھی یقین تھا کہ اندر نہیں آئے گا، افسوس ایک بینک والے نے مجھے پہچان لیا، یہ صحبت کا اثر ہے مگر ایک مولوی نے مجھے نہیں پہچانا۔ اسی بارے میں اکثر میں یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نہ جست اسرار من

میں نے جب ان کے گھر کی گھنٹی بجائی تو بچہ باہر نکلا میں نے بچے سے کہا کہ اپنے ابو کو بتادیں عیادت کے لئے آیا ہوں، دعاء کرتا ہوں۔ وہ بچے سے کہلواتے کہ اندر آجائیں یہ تو ناممکن تھا اسی لئے میں نے خود ہی پیغام بھیج دیا۔ بعد میں خیال آیا کہ میں نے جو گھنٹی بجائی تو یہ گھنٹی بجانا کیسے جائز ہوگیا، گھنٹی، بٹن، تار، بجلی سب ہی کچھ تو حرام کا تھا یہ تو حرام کام ہوگیا، میں نے اس سے استغفار کیا، انہیں بھی بتانا چاہئے تھا شاید نہ بتایا ہو اب آپ سب کے سامنے استغفار کرتا ہوں۔

اس مولوی کی بھیجی ہوئی کتاب کو جب میں نے اندر سے دیکھا تو تصویریں ہی تصویریں تھیں۔ مولوی نے مدرسہ کھول لیا، سینکڑوں طلبہ ہیں لیکن اتنی عقل نہیں۔ میں نے وہ کتاب یہاں ایک طالب علم کے حوالے کی کہ اسے پہلی فرصت میں ضائع کریں، دار الافتاء میں ایسی تصویریں کیسے رہ سکتی ہیں۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیں کہ ایک صالح شخص نے جو مولوی نہیں تھے محض صالح تھے، یہیں قریب ہی میں رہتے تھے، نماز یہاں پڑھتے تھے، حضرت

حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا، بہت معمر تھے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ یہاں مسجد ہی میں تصویر ہے۔ میں بہت پریشان ہوا۔ شمالی جانب ایک کچا کمرا تھا جس میں کتابیں بھی تھیں وہاں دیکھا تو ایک کتاب کے اندر تصویر تھی جو باہر سے آنے والا ایک لڑکا لایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم ہوا کہ مسجد سے باہر رکھی ہوئی تصویر کو خواب میں یوں دکھایا کہ گویا مسجد ہی میں رکھی ہوئی ہے۔ ان صالح صاحب کے دو قصے بھی سن لیں:

❶ جب ان کی شادی ہوئی تو سالی خوب بن ٹھن کر آئی، جب ایک بہن کی شادی ہو جائے تو تمام سالیوں کے مزے آجاتے ہیں، بہت خوشی سے اچھلتی کودتی ہوئی آئی میک اپ وغیرہ کرکے، انہوں نے جب دیکھا کہ یہ تو میرے اوپر ہی چڑھ جائے گی تو دور ہی سے ڈانٹا خبردار! قریب آئی تو تیری ٹانگیں توڑ دوں گا، وہ تو ایک دم گھبرا گئی، واپس ابا کے پاس جا کر روتی ہوئی بولی کہ دولہا بھائی نے ڈانٹ دیا، اس کا خیال تھا کہ دولہا بھائی معانقہ کرے گا اور ادھر انہوں نے ڈانٹ کر بھگا دیا۔

❷ دوسرا قصہ یہ پیش آیا کہ اسکندر مرزا کے زمانے میں جب کراچی دارالحکومت تھا، صدر اور وزیر اعظم کے ایک جلسے میں انہیں انتظام پر لگایا گیا، یہ سی آئی ڈی میں تھے، انہیں ہدایت کی گئی کہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں یونہی پڑھ لیں، انہوں نے جواب دیا کہ ویسے تو میں گناہگار ہوں نجانے کتنی نمازیں چھوڑی ہوں گی مگر جب کوئی مجھے روکے گا پھر تو ضرور جماعت سے نماز پڑھوں گا، ملازمت رہے یا نہ رہے۔

یہ ایسے کیوں تھے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر پڑی تھی، جس پر حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر پڑ جاتی وہ کیسے نہ بنتا؟ یہ قاعدہ کلیہ نہیں، بعض نالائق بھی ہوتے ہیں مگر یہ ان کی اپنی بدبختی ہوتی ہے۔

⑨③ اللہ کافی ہے:

ایک مرید کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو شدت غم سے روتے ہوئے انہوں نے عرض

کیا کہ حضرت! ہماری امی تو ہمارے لئے ڈھال تھیں اب کیا ہوگا تو حضرت اقدس نے فرمایا:

"اللہ نے ڈھال بنائی تھی اسی نے واپس لے لی ہے اور وہ اللہ موجود ہے وہی حفاظت کرنے والا ہے۔"

﴿۹۴﴾ مرید یا مرشد:

ایک مرید نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا کہ بیعت کے دوران جب وعدے لیتے ہیں تو ساتھ ان شاء اللہ کہلوایا کریں۔ حضرت اقدس نے جواب میں لکھوایا:

"آپ تو مرشد کے بھی مرشد معلوم ہوتے ہیں وعظ "بیعت کی حقیقت" پڑھیں۔"

حضرت اقدس نے مجلس میں اس کی حماقت اور اس کا جواب سنا کر ارشاد فرمایا:
یہ تو وہی قصہ ہوا کہ ایک چیلا گیا گرو کے پاس، کہنے لگا کہ حضور! مجھے اپنا چیلا بنالیں۔ گرو نے کہا بیٹے! چیلا اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے نہیں بنایا جاتا، چیلا بننا بہت مشکل ہے۔ چیلا کہتا ہے:

"اچھا جی اگر چیلا نہیں بناتے تو اپنا گرو ہی بنالیجے۔"

کچھ نہ کچھ تو بنا ہی لیجے چیلا نہ سہی تو گرو ہی سہی۔
ایک صاحب میرے پاس آگئے جو بہت معمر تھے پہلی ہی مجلس میں آکر کہتے ہیں کہ بیعت ہونے آیا ہوں ساتھ ایک پرانے مرید کو سفارش کے لئے بھی لے آئے۔ میں نے ان سفارشی سے کہا کہ آپ ان بڑے میاں کو کچھ بتائے بغیر یونہی کیسے لے آئے؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے تو انہیں سمجھایا تھا مگر یہ بیعت ہونے پر بضد ہیں کہ بس جاتے ہی بیعت ہو جاؤں گا، یہ گھر سے فیصلہ کر کے آئے ہیں، میں نے بڑے

میاں کو سمجھایا کہ بیعت کا معاملہ اتنی جلدی کا نہیں ہوتا، اس میں بہت غور و فکر کی ضرورت ہے، جانبین کے لئے اطمینان حاصل کرنا ضروری ہے، جب میں نے یہ سمجھایا تو وہ کہنے لگے:

"حضور انیکی کے کام میں دیر تو نہیں کرنی چاہئے۔"

میں نے کہا:

"بس بس! مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ بیعت ہونے نہیں بلکہ مجھے بیعت کرنے آئے ہیں، مجھے سمجھا رہے ہیں میرے مرید بننے نہیں بلکہ پیر بننے آئے ہیں میں آپ کو پیر نہیں بناؤں گا تشریف لے جائیں۔"

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خانقاہ میں کسی سے فرمایا کہ تم انسان ہو یا گدھے؟ اس نے عرض کیا کہ گدھا ہوں، پھر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ انسان بننے آیا ہوں تو فرمایا کہ باہر سے دو تین گدھے اور پکڑ لاؤ انسان بنوانے کے لئے۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تنبیہ کا مطلب یہ ہے کہ گدھوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ ان میں انسان بننے کی صلاحیت ہے دوسرے وہ کہ جن میں انسان بننے کی صلاحیت نہیں، انسان بننے کی صلاحیت کے لئے ضروری ہے کہ جن شرائط اربعہ پر اصلاح موقوف ہے ان پر عمل کرے، شرائط اربعہ یہ ہیں ۔

چار چیزیں لازمی ہیں استفادہ کے لئے
اطلاع و اتباع و اعتماد و انقیاد

جس میں یہ شرائط بلکہ ان میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو اس میں انسان بننے کی صلاحیت نہیں بظاہر انسان نظر آنے کے باوجود درحقیقت وہ دم دار ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے والے گدھوں کی قسم سے ہے۔

یہاں بفضل اللہ تعالیٰ کوئی ''آ پھنسے والا قصہ'' تو ہے نہیں سب کو معلوم ہی ہے کہ بیعت کی درخواست دینے والوں کو مدتوں آزمایا جاتا ہے کہ اس میں انسان بننے کی صلاحیت ہے یا نہیں، شرائط اربعہ کی پابندی کر رہا ہے یا نہیں، کئی مہینے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد بیعت کیا جاتا ہے، اس کے باوجود بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے نالائق اور بدفہم لوگ بھی بیعت ہو جاتے ہیں۔

''کوئی آ پھنسے'' کا قصہ:

ایک گاؤں میں ایک عطائی حکیم صاحب رہتے تھے۔ گاؤں کے لوگ غذاء سادہ کھاتے ہیں اور محنت زیادہ کرتے ہیں اس لئے بہت کم بیمار ہوتے ہیں کبھی بیمار ہوئے بھی تو سونف اجوائن وغیرہ سے علاج کر لیتے ہیں، حکیموں ڈاکٹروں کے چکر میں نہیں پڑتے، وہ حکیم صاحب تسبیح بہت پڑھتے تھے، ایک شخص نے حکیم صاحب سے کہا کہ حکیم جی! میں بتاؤں آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں، آپ تسبیح کے ہر دانے پر پڑھتے ہیں: ''کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے۔''

یہاں ہجوم مقصود نہیں، بنانا مقصود ہے، پھانسنا مقصود نہیں بلکہ یہاں تو لوگوں کو بھگایا جاتا ہے، بیعت کرنے سے پہلے مہینوں، سالوں حسب مصلحت، حسب استعداد اور حسب موقع امتحان لیا جاتا ہے اس کے باوجود بھی ایسے ایسے قصے ہو جاتے ہیں کہ حضرت جی! ہمیں مرید بنالیں اور اگر مرید نہیں بناتے تو اپنا پیر ہی بنالیں (بیعت کے دوران کئے جانے والے وعدوں پر اشکال و جواب جواہر الرشید جلد اول جوہرہ نمبر ۸۲ میں دیکھیں۔ جامع)

﴿۹۵﴾ اپنے اقوال واحوال بتانے کی وجہ:

میرے بارے میں بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ دوسرے علماء و مشائخ تو

اکابر کے ملفوظات اور ان کے حالات بتاتے ہیں مگر یہ اپنے ہی اقوال و احوال بتاتا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ دستور ہو گیا ہے کہ اکابر کے اقوال و احوال نقل کرنے والے تو بہت ہیں مگر ان کے مطابق عمل کرنے والے نظر نہیں آتے، میں اپنے طرز عمل سے یہ وضاحت کرتا ہوں کہ بحمد اللہ تعالیٰ میں اکابر کے اقوال و احوال پر عمل بھی کر رہا ہوں، دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرے ان اقوال و احوال کے مطابق اگر کوئی میرے ساتھ چل سکتا ہے تو میرے ساتھ لگے ورنہ کسی دوسری جگہ تعلق رکھے۔

جامع عرض کرتا ہے:

آج کل لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب دین کے معاملے میں ان سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بات کی جائے تو کہتے ہیں کہ ان کا کیا کہنا وہ تو رسول تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بات کی جائے تو کہتے ہیں کہ صحابہ کی تو شان کچھ اور تھی، گذشتہ زمانوں کے اولیاء اللہ کا حوالہ دیا جائے تو کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں وہ لوگ اس طرح کر سکتے تھے آج کے دور میں دین پر چلنا مشکل ہے۔ لوگوں کی اس ذہنیت کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس قرآن و حدیث کے حوالوں کے بعد اپنے اقوال، اعمال اور احوال مفصل بیان فرماتے ہیں جس کا مقصد لوگوں کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات پر عمل کرنا کوئی ناممکن یا مشکل کام نہیں بلکہ آپ ہی کے زمانے میں آپ ہی کے ماحول میں رہتے ہوئے عمل کرنے والے موجود ہیں تو آپ لوگ عمل کیوں نہیں کر سکتے۔ جن کے قلوب میں فکر آخرت ہو کچھ صلاحیت ہو حضرت اقدس کے اس طرز عمل سے ان کی اصلاح ہو جاتی ہے ان کی ہمت بلند ہوتی ہے اپنے سامنے ایک جیتی جاگتی مثال کو دیکھ کر ان میں عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ان کی زندگی میں انقلاب عظیم برپا ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس اکابر اولیاء اللہ کے اقوال و اعمال کی عملی تفسیر اور جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

اس زمانے کے لوگوں کے مرض کو سمجھتے ہوئے حضرت اقدس نے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے، حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا تفقہ عطاء فرمایا ہے کہ آپ مرض کی جڑ کو پکڑ کر نشتر لگاتے ہیں اور ایسا آپریشن کرتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے مزمن امراض سے بھی شفاء کامل نصیب ہو جاتی ہے۔

۹۶ پردے کے بارے میں ملحدین کا خیال باطل:

ملحد لوگوں کا خیال ہے کہ غیر محارم سے بلا حجاب بات کرنے میں کچھ حرج نہیں، کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں جو حکم ہوا:

﴿واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب﴾
(۳۳-۵۳)

اور اس آیت میں جو حکم ہے:

﴿ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول﴾ (۳۳-۳۲)

یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی عظمت کی وجہ سے ہیں اس لئے اس سے عام عورتوں کے لئے پردے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ان ملحدین کے اس باطل خیال کے دو جواب ہیں:

❶ اس کی وجہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگے بیان فرمائی ہے:

﴿فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا﴾
(۳۳-۳۲)

یہ وجہ تو غیر ازواج میں کہیں زیادہ ہو سکتی ہے اور فرمایا:

﴿ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن﴾

اس سے ثابت ہوا کہ حکم حجاب علت ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی وجہ سے نہیں بلکہ طہارت قلوب کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ تو نہایت پاکباز تھیں اللہ تعالیٰ نے پورے ایک رکوع میں انکی تطہیر اور پاکدامنی کا مقام بیان فرمایا ہے:

﴿انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطھیرا○﴾ (۳۳-۳۳)

اور ان سے دینی ضرورت سے کچھ بات کرنے، مسائل شرعیہ معلوم کرنے جو مرد آتے تھے وہ کون تھے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کا تقویٰ وہ تقویٰ ہے کہ اس پر فرشتوں کو بھی رشک آئے، جن کی پاکدامنی کی شہادت اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دے رہے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم راضی اور وہ ہم سے راضی:

﴿رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ﴾ (۵۸-۲۲)

"ان سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی۔"

اور فرمایا کہ ہم نے سب کو بخش دیا:

﴿وکلا وعد اللہ الحسنی﴾ (۴-۹۵)

"اللہ نے سب سے بہتر انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔"

ذرا غور کیجئے! یہ عورتیں کون ہیں؟ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا ہے، امت کی مائیں ہیں جو امت کے ہر فرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں اور مرد کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مقدس ہستیاں اور کام کیا؟ دینی مسائل پوچھنا، ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے:

﴿ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا

تخضعن بالقول فيطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا○ ﴾(۳۳ - ۳۲)

یہاں ایک بات خوب سمجھ لیں کہ امہات المؤمنین جو کہ مطہرات تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا تھا ان کے بارے میں تو یہ وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ جب کسی غیر محرم سے بات کریں گی، مسئلہ بتائیں گی تو نزاکت سے بات کریں گی تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں فرمایا کہ نزاکت سے بات نہ کریں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی آواز میں جو طبعی وپیدائشی نزاکت ہوتی ہے اسے خشونت وخشکی سے بدلیں بتکلف درشتی اور روکھا پن پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

یہ تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہدایت فرمائی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا ارشاد ہوتا ہے؟:

﴿واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب﴾

جب ان قدسی صفات حضرات وخواتین کے لئے قلوب کی طہارت کا اس قدر اہتمام فرمایا تو دوسرے مسلمان اس سے کیسے مستغنی ہوسکتے ہیں۔

❷ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے لئے بمنزلہ والد ہیں اس کے باوجود صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کرتی تھیں، اگر بقول ملحدین امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی عظمت کی وجہ سے صرف انہی کے لئے پردے کا حکم تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے پردہ کیوں کیا؟

عورتوں کو پردے کے حکم کی علت خوف فتنہ ہے مگر چونکہ یہ علت خفیہ ہے کہ نہ معلوم کسے شہوت ہو کسے نہ ہو، کس وقت ہو کس وقت نہ ہو، کس پر ہو کس پر نہ ہو وغیرہ اس لئے مدار حکم سبب ظاہر پر ہے۔ پردے کے بارے میں کچھ تفصیل سمجھ لیں۔

پردے کی دو قسمیں:

پردے کی دو قسمیں ہیں:

❶ فی نفسہ۔

❷ للعارض۔

❶ فی نفسہ:

ایسا پردہ جس میں کوئی فتنہ ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے ہر حال میں کرنا ہے، حالت نماز میں جتنا جسم ڈھکنا فرض ہے اس کا یہ حکم ہے۔ یہ پردہ فی نفسہ کہلاتا ہے۔

❷ للعارض:

پردے کی یہ قسم فتنے کے پیش نظر ہے یعنی چہرہ کھولنے میں فتنہ ہے اس لئے چہرہ ڈھکنے کا حکم ہے چہرے کا پردہ فی نفسہ نہیں بلکہ للعارض ہے۔

جہاں علت کا معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے وہاں سبب کو علت کے قائم مقام قرار دے دیا جاتا ہے جیسے سفر میں رخصت کی علت مشقت ہے مگر اسے معلوم کرنا مشکل ہے، طبائع مختلف ہیں حالات مختلف ہیں کوئی سو میل سفر کر کے نہیں تھکتا اور کوئی تھوڑا سا سفر کر کے تھک جاتا ہے اس لئے شریعت نے سبب مشقت یعنی نفس سفر ہی کو علت حکم یعنی مشقت کے قائم مقام قرار دے دیا کہ سفر ہے تو مشقت ہے اس لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور نماز قصر پڑھنے کا حکم ہے۔ دوسری مثال یہ کہ سونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اس کی علت خروج ریح ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سونے کی حالت میں خروج ریح ہو گیا ہو مگر چونکہ یہ علت مخفی ہے اس لئے سبب حکم یعنی نیند ہی کو خروج ریح کا قائم مقام قرار دے کر اس سے وضوء ٹوٹ جانے کا

حکم دے دیا گیا، خروج ریح نہ ہوا تو بھی وضوء ٹوٹ جائے گا، اسے حکماً کہتے ہیں یعنی حقیقۃً وضوء ٹوٹتا ہو یا نہ ٹوٹتا ہو لیکن حکماً وضوء ٹوٹ گیا۔ اسی طرح پردے کا مسئلہ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ تو فتنے کا اندیشہ نہیں فلاں تو ہمارے باپ کی طرح، فلاں بیٹے کی طرح، ہے دیور سے بھلا کیا خطرہ چچازاد تو ہمارے بھائی ہیں، اس قسم کی باتیں ملحدین کی نکالی ہوئی ہیں، فتنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو ہر عورت کو تمام غیر محارم سے پردہ ہے خواہ کوئی شیخ وقت ہو ولی ہو سب سے پردہ ہے۔

﴿۹۷﴾ قبول دعاء دلیل قرب نہیں:

میں ہمیشہ یہی بتاتا رہتا ہوں کہ جب تک گناہ نہیں چھوڑیں گے پر سکون زندگی نہیں مل سکتی۔ اس پر کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ آپ رٹ لگا رہے ہیں کہ گناہ چھوڑے بغیر پر سکون زندگی گذارنا ناممکن ہے لیکن ہم نے تو فلاں وظیفہ پڑھا تھا یا اپنے پیر صاحب سے تعویذ لیا تھا تو ہمارا کام تو ہو گیا تھا، ہمیں تو گناہ چھوڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ یہ خیال بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں گردش کرتا ہے کہ بارہا ہم پر مصیبتیں آئیں، بیماریاں آئیں ہم نے ختم خواجگاں کروایا، یٰسین شریف کا ختم کروایا یا اتنے اتنے روز چہل کاف پڑھتے رہے جس سے آئی ہوئی مصیبتیں ٹل گئیں، بیمار شفایاب ہو گئے۔ جب اس طریقے سے بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو گناہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ بہت سے لوگ اس اشکال میں مبتلا ہیں کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا صاف صاف اعلان ہے کہ میں نے نافرمان کے لئے چین و اطمینان کی نعمت حرام کردی ہے دونوں جہانوں میں اس کی زندگی جہنم کی زندگی ہے، مگر دوسری طرف اس کے کام بھی بنادیتے ہیں وہ کوئی سی تدبیر عمل میں لاتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بظاہر چین کا سانس لیتا ہے۔ اس کا جواب بھی خود قرآن ہی سے لے لیجیے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس اشکال کا حل بیان فرمادیا کہ اگر میں کسی نافرمان اور باغی کا مقصد دنیا میں پورا کردیتا ہوں تو یہ درحقیقت اس کے

لئے عذاب ہے، مثلاً اس کی دعاء قبول کر کے ظاہراً تکالیف اور پریشانیوں کا ازالہ کر دیتے ہیں بلکہ کسی نعمت سے بھی اسے نواز دیتے ہیں، تو یہ نعمت درحقیقت نعمت نہیں بلکہ عذاب ہے جس کا احساس اسے چند ہی روز کے بعد ہو جائے گا، قرآن مجید کا صاف اعلان ہے کہ نافرمانوں کا مال و دولت اور ان کی اولاد حقیقت میں ان کے لئے عذاب ہے۔ ذرا دنیا میں چل پھر کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لے کر سبق حاصل کیجئے۔ دنیا میں عبرت کے سامان تو بہت ہیں لیکن کسی کی چشم عبرت نہیں کھلتی، ذرا توجہ مبذول کریں تو ہر سو عبرت کے نمونے موجود ہیں، یوں دنیا کے تجربے تو آپ لوگوں کو ماشاء اللہ! مجھ سے بھی زیادہ ہوں گے، ان نافرمانوں کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص ہٹا کٹا موٹا تازہ کسی دیوار سے ٹیک لگائے وظیفہ پڑھ رہا تھا کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ گھوڑا دے دے، یا اللہ! گھوڑا دے دے، اچھا گھوڑا نہیں دیتا تو گھوڑے کا بچہ ہی دے دے، کسی پیر فقیر نے بتا دیا ہوگا کہ یہ مجرب وظیفہ پڑھ لو تو کام بن جائے سڑک پر بیٹھا پڑھے جا رہا تھا، کسی گھوڑی سوار سپاہی کا ادھر سے گذر ہوا، اتفاق سے اسی جگہ اس کی گھوڑی نے بچھیرا دے دیا اسے فکر لاحق ہوئی کہ یہ بچہ اصطبل کیسے پہنچایا جائے؟ ادھر سے آواز آ رہی تھی یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ!...... سپاہی نے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اچھا خاصا صحت مند جوان ہاتھ پر ہاتھ دھرے وظیفہ پڑھ رہا ہے کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ!...... سپاہی نے جا کر ایک چابک لگایا کہ چل کھڑا ہو یہ بچھیرا اٹھا اور اصطبل پہنچا، بے چارہ مرتا کیا نہ کرتا بچھیرا اٹھایا، اب چلتا بھی جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا بھی جا رہا ہے کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں، میں نے گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لئے تو نے اوپر چڑھا دیا، یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ غور کیجئے! جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی گستاخی کرے وہ کافر مرتد ٹھہرا یا نہیں؟ آج کل کے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجئے جو اللہ کی نافرمانی چھوڑے بغیر یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں سکون مل جائے گا اور ان کی دعاء قبول ہو جائے گی وہ بھی اس گمراہ کن خیال میں اس احمق سے پیچھے

نہیں بلکہ اس سے دو قدم آگے ہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑے بغیر جو لوگ اوراد و وظائف یا صرف دعاؤں کے زور سے مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ سوچیں کہ جس ذات کو اپنا مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر پکار رہے ہیں، جس سے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ نفع و نقصان اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اسے ناراض کر کے کیسے اس سے اپنا مطالبہ منوا سکتے ہیں؟ کسی عام انسان سے بھی کوئی چیز لینا چاہیں تو پہلے اس کی خوشامد کرتے ہیں اسے خوش کرتے ہیں جب جاکر اس سے کچھ مانگتے ہیں۔ کیا احکم الحاکمین کی اتنی بھی عظمت نہیں جتنی ایک انسان کی؟ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کئے بغیر اس سے حاجتیں طلب کر رہے ہیں اور وہ بھی ناراض ہونے کے باوجود کچھ نہ کچھ دے ہی دیتے ہیں تو یہ ان نافرمانوں کے حق میں نعمت نہیں بلکہ مصیبت ہوتی ہے جس کا انہیں احساس و شعور نہیں ہوتا لیکن کچھ وقت گذرنے کے بعد جب وہ نعمت گلے پڑ کر بجانے لگتی ہے تو پھر چلاتے ہیں کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں، گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لئے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ ان لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جسے سزائے موت سنا دی گئی ہو اور اس سے کہا جائے کہ جو چاہو خواہش کرو ہم پوری کریں گے۔

ایک اور مثال بھی سن لیں، کسی مچھلی کو شکایت ہوئی کہ رزق کی تنگی ہے جیسے آج کا مسلمان اسی غم میں مرا جا رہا ہے، مسکین تو در کنار کسی امیر سے امیر شخص سے بھی پوچھ لیجئے خواہ اس کے پاس کار کوٹھی لاکھوں کا بینک بیلنس بھی موجود ہو مگر زبان پر یہی شکایت ہوگی کہ ہائے مرگئے بھوک سے، ہائے مرگئے ...... دل کی بھوک بھلا کہاں ختم ہو؟ وہ تو اور بڑھے گی، مچھلی کو بھی بھوک نے ستایا، کسی پیر صاحب سے وسعت رزق کا وظیفہ دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ یہ یہ وظیفے پڑھا کرو ابھی وظیفہ پڑھتے دو ہی دن گذرے تھے کہ ایک شکاری نے کانٹے میں بوٹی لگا کر اسے دریا میں پھینک دیا، مچھلی اسے دیکھ کر لپکی اور جھٹ سے بوٹی منہ میں لے کر خوشی سے پھولنے لگی کہ ماشاء اللہ! ہمارے پیر صاحب نے وسعت رزق کا ایسا نسخۂ اکسیر بتایا کہ

ابھی اسے شروع کئے بمشکل دو ہی دن گذرے تھے کہ رزق برسنا شروع ہو گیا، لیکن پتا اس وقت چلا جب شکاری نے ڈوری کھینچ کر اسے باہر خشکی پر گھسیٹ لیا۔

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے

صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

شکاری نے باہر نکالا اور بے دردی سے بیرے بنا بنا کر تلنا شروع کیا تو مچھلی کہتی ہے کہ یا اللہ! گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لئے تو نے اوپر چڑھا دیا، میں نے رزق مانگا تھا کھانے کے لئے لیکن یہ رزق تو الٹا مجھے کھا رہا ہے، یاد رکھئے! اللہ کا نافرمان جب تک اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آجاتا ہزاروں تدبیریں کر لے اللہ کا فیصلہ اپنی جگہ قطعی ہے کہ نافرمان کو امن وچین کبھی نصیب نہ ہوگا دنیا میں نہ آخرت میں ؏

ہے دنیا میں ذلت تو عقبیٰ میں خواری

اگر آپ کسی نافرمان کو مال و دولت میں کھیلتے دیکھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ سکون ہے تو یہ نظر کا دھوکا ہے ایسے گمان سے بھی توبہ کیجئے اور اپنا زاویۂ نظر درست کیجئے۔ دعاء کا قبول ہو جانا اور مقاصد میں کامیاب ہو جانا رضائے الٰہی کی دلیل نہیں۔ شیطان نے قیامت تک زندہ رہنے کی دعاء مانگی اس کی یہ دعاء اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی مگر یہ زندگی اس کے عذاب میں لحہ بلحہ زیادتی کا ذریعہ ہے، کوئی احمق سے احمق بھی شیطان کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی دعاء قبول ہو گئی تو وہ کامیاب ہو گیا، دعاء قبول ہو جانے کے باوجود وہ سراسر خسارے میں ہے۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کا صرف ایک طریقہ ہے صرف ایک طریقہ کہ مالک کے فرمانبردار بن جائیں اسے راضی کر لیں، وہ وظائف، نوافل، تسبیحات وغیرہ سے راضی نہیں ہوتا وہ تو صرف گناہ چھوڑنے سے راضی ہوتا ہے۔ ایک بات اور سمجھ لیں کہ اگر گناہ چھوڑنے کے باوجود بھی کوئی پریشانی میں نظر آئے تو یہ پریشانی محض ظاہری ہوتی ہے تمام تر مشکلات کے باوجود اللہ کے فرمانبردار کا دل سکون سے بھرا رہتا ہے اور

سکون قلب ہی اصل دولت ہے جو صرف اللہ کے فرمانبردار کو حاصل ہوتی ہے ۔

سروز سروز سروز سرور
بڑا لطف دیتا ہے نام سرور

(۹۸) نظام الاوقات کی اہمیت:

نظم اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور اور شرعا مامور بہ ہونے کے علاوہ عقلاً بھی پوری دنیا کے مسلمات میں سے ہے ورنہ نظام عالم درہم برہم ہوجائے، اگر کسی ایک کام کو بلا سوچے سمجھے زیادہ وقت دے دیا جائے تو اس سے زیادہ اہم مشاغل میں خلل واقع ہوگا لہٰذا الاہم فالاہم کو مد نظر رکھتے ہوئے تعیین اوقات ضروری ہے۔ پھر بھی کبھی تزاحم واقع ہوجائے تو اسی قاعدے کے تحت بعض کو بعض پر ترجیح دی جائے۔

(۹۹) خلاف اسلام رواج خطرۂ ایمان:

جو لوگ دین کی طرف راغب ہونے لگتے ہیں وہ اکثر رواجوں کو ترک کرنے کے باوجود بعض رواجوں کے پابند رہتے ہیں بلکہ ان رواجوں کو توڑتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے انہیں یہ سوچنا چاہئے کہ لوگ تو ان کے دیندار بننے پر ہی ناراض ہورہے ہیں بے دینوں کو تو دین کی ایک ایک بات پر اعتراض ہوتا ہے سو اگر دنیا کا خیال رکھنا ہے اور لوگوں کو راضی رکھنا ہے تو پھر دیندار کیوں بن رہے ہیں؟ بے دینوں سے بھی بڑھ کر کفار کو دیکھیں انہیں تو اسلام پر ہی اعتراض ہے تو آپ اسلام ہی چھوڑ دیں کیا مجبوری ہے مسلمان رہنے کی، اگر واقعۃً اللہ کے بندے بننا چاہتے ہیں اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں تو اس بارے میں اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ اسلام کے مقابلے میں جتنے رواج آئیں انہیں توڑتے چلے جاؤ، اللہ کا بندہ دنیا کی عقل

کو یوں تحدی (چیلنج) کرتا ہے ۔

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ تعالیٰ اپنے ایسے سچے عاشقوں کی شان یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿یجاهدون فی سبیل اللّٰہ ولا یخافون لومة لائم﴾
(۵ - ۵۴)

"جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔"

﴿الذین یبلغون رسٰلٰت اللّٰہ ویخشونه ولا یخشون احدا الا اللّٰہ﴾ (۳۳ - ۳۹)

"یہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔"

اللہ کے حکم کے سامنے رواج کی پابندیوں کو پاش پاش کردینے والوں کے واقعات تو بہت ہیں اس وقت صرف تین مثالیں بتاتا ہوں:

① حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا قصہ:

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ تھے جسے "لے پالک" کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ ان سے نکاح کرلیا جائے، مگر ایک بہت بڑی دینی مصلحت سامنے آئی کہ اس زمانے کا رواج تھا کہ لوگ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کیا کرتے تھے اسے اپنی حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھتے تھے، اس لئے

نکاح کرنے سے لوگ بد اعتقاد اور بد ظن ہو جائیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنی بہو سے نکاح کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ جو لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کا ایمان پختہ نہیں ہوا وہ اسلام سے ہٹ جائیں، اور جو ابھی اسلام نہیں لائے وہ اسلام کی طرف آنے سے رک جائیں، اس طرح تبلیغ اسلام کا بہت بڑا کام بند ہو جائے گا، مگر چونکہ یہ نکاح نہ کرنے سے کفار کے غلط رواج اور غلط عقیدے کی تائید ہوتی جو اللہ قانون کے خلاف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حلال کیا ہے جبکہ ان لوگوں نے اسے حرام کر دیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی کہ ہمارے اس قانون کی حفاظت کے لئے تمام رواجوں کو تمام مصلحتوں کو قربان کرنا پڑے گا اور یہ نکاح ضرور کرنا پڑے گا:

﴿فلما قضى زيد منها وطرا زوجنكها لكي لا يكون على المؤمنين حرج في ازواج ادعياء هم اذا قضوا منهن وطرا وكان امر الله مفعولا﴾ (۳۳-۳۷)

"پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ منہ بولے بیٹے ان سے اپنا جی بھر چکیں اور اللہ کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی۔"

خواہ کوئی اسلام لائے یا نہ لائے اور خدانخواستہ اسلام کی طرف آئے ہوئے مسلمان سارے کافر ہی کیوں نہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کھلے الفاظ میں قرآن مجید میں حکم فرمایا کہ یہ نکاح لازماً کرنا پڑے گا اور نہ کرنے کی مصلحت سوچنے پر بہت سخت تنبیہ فرمائی کہ آپ لوگوں سے نہ ڈریں اللہ سے ڈریں:

﴿وتخشى الناس والله احق ان تخشه﴾ (۳۳-۳۷)

یہاں یہ بات بھی خیال میں رہے کہ اسلام میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح

کرنا کوئی فرض واجب نہیں، صرف جائز ہی تو ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اتنی سختی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم فرمایا جیسے کسی بہت اہم فرض کو ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ دراصل اس سے اسی حقیقت کو واضح کرنا اور اس کا اعلان کروانا مقصود تھا کہ کسی بڑی سے بڑی مصلحت اور رواج کی خاطر اللہ کے کسی قانون کو نہیں توڑا جاسکتا۔

❷ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نکاح ثانی:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے بھانجے کی بیوہ سے نکاح کرنا چاہا تو فرمایا کہ جہالت کی وجہ سے لوگوں میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ اسے حرام سمجھنے لگے ہیں اسی لئے شوہر کے چچا اور ماموں وغیرہ سے عورتیں پردہ نہیں کرتیں انہیں محرم سمجھتی ہیں، میں اپنے اس عمل سے اس جاہلانہ رواج کو توڑنا چاہتا ہوں۔ بھانجے کی بیوہ سے نکاح کرنا کوئی فرض واجب تو نہ تھا لیکن معاشرے کی اصلاح کی خاطر اور غلط رواج کو ختم کرنے کے لئے آپ نے ایسا کیا۔

❸ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اور نکاح بیوگاں:

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیوہ کے نکاح کے بارے میں وعظ کرنے کا ارادہ فرمایا، اس زمانے میں بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھا جانے لگا تھا، اس غلط رواج کو ختم کرنے کے لئے آپ نے وعظ کا ارادہ فرمایا تو خیال آیا کہ پہلے اس پر خود عمل کیا جائے اس کے بعد وعظ کیا جائے، آپ کی ایک پھوپھی بیوہ تھیں اور بہت بوڑھی تھیں آپ نے ان سے بات کی اور انہیں بتایا کہ یہ رواج اسلام کے خلاف ہے جس کی اصلاح کے لئے وعظ کرنا چاہتا ہوں لیکن اثر اسی کی بات میں ہوتا ہے جو خود عمل بھی کرتا ہو اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کا کہیں نکاح کروادوں

اس کے بعد بیان کروں، انہوں نے اجازت دے دی تو آپ نے ان کا نکاح کروا دیا اس کے بعد وعظ فرمایا:

۱۰۰ اخبار بینی کے مفاسد:

اخبار بینی کی وباء معاشرے میں عام ہو چکی ہے، اس کے درج ذیل فسادات ہیں:

۱ وقت ضائع ہوتا ہے، بڑا فائدہ چھوڑ کر چھوٹا فائدہ حاصل کرنا وقت ضائع کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص ایک دن میں کام کر کے ایک ہزار روپے کما سکتا ہے مگر وہ اس کام کو چھوڑ کر ایسا کام کرتا ہے جس سے اسے سو روپے ملتے ہیں تو ہر عقل مند یہی کہے گا کہ یہ وقت ضائع کر رہا ہے، جتنا وقت اخبار پڑھنے میں لگتا ہے اتنے میں کوئی نیک کام کر کے ثواب کما سکتا ہے جو کہ آخرت میں فائدہ دے گا یا دنیا ہی کا کوئی کام کرے۔

۲ اخبار میں تصاویر ہوتی ہیں، گناہ کو دیکھنا گناہ اور عبادت کو دیکھنا عبادت ہے جس طرح تصویر بنانا گناہ ہے، تصویر کو بلا ضرورت شدیدہ اپنے پاس رکھنا گناہ ہے، تصویر کھنچوانا گناہ ہے اسی طرح تصویر کو بلا ضرورت شدیدہ دیکھنا بھی گناہ ہے۔ جب اخبار پڑھے گا تو تصویروں پر بھی نگاہ پڑے گی، اس کے علاوہ جب اخبار گھر میں ہوگا تو تصویروں کے پلندے رکھے ہوں گے اور جس گھر میں تصویریں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے پھر جب اس گھر میں کسی کی موت واقع ہوگی تو عذاب کا فرشتہ جان نکالے گا کیونکہ رحمت کا فرشتہ تو آئے گا نہیں۔

۳ اخبار میں اکثر خبریں غیر مصدقہ ہوتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع﴾

(مقدمہ مسلم)

"انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات نقل کردے۔"

بلا تحقیق بات کرنے والے کو جھوٹا ہونے کی سند دے دی۔
جو بلا تحقیق بات کرتا ہے، وہ جھوٹوں میں شامل ہے، خواہ مخواہ گھر بیٹھے اخبار پڑھ کر انسان جھوٹوں میں شامل ہو جاتا ہے، آپ اخبار پڑھ کر مزے لے رہے ہیں اور نامۂ اعمال میں کاذب (جھوٹ بولنے والا) بلکہ کذاب (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا) لکھ دیا گیا۔ جیسے جھوٹ بولنا حرام ہے ایسے ہی بلا ضرورت جھوٹی بات پڑھنا سننا بھی حرام ہے۔

۴ اخبار میں غیبت اور بہتان ہوتے ہیں، اگر بات سچ ہے تو غیبت ورنہ بہتان ہوگا، ان دونوں پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

۵ اس میں ناجائز اشتہارات ہوتے ہیں مثلاً بیمہ پالیسی اور فلم وغیرہ، گناہ کے کاموں کے اشتہارات دیکھنا اور پڑھنا ناجائز ہے۔

۶ اخبار میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے عبرت حاصل کرنی چاہئے مثلاً کوئی حادثہ، زلزلہ، سیلاب وغیرہ مگر لوگ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے، عبرت کی باتوں سے عبرت حاصل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

۷ اخبار میں کسی حادثے یا مصیبت کی خبر پڑھنے والے پر شرعی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ ان کی حتی المقدور مدد کرے اور اگر مدد نہ کرے تو کم از کم دعاء ہی کرے، جبکہ لوگ ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کرتے۔

۸ جو شخص بھی اخبار پڑھتا ہے وہ مذکورہ گناہوں کے کاموں میں تعاون کر رہا ہے اگر خریدے بغیر پڑھ رہا ہے تو یہ بھی تعاون ہے کیونکہ اگر لوگ اخبار پڑھنا چھوڑ دیں تو خریدے گا کون؟ جب اخبار خریدنے والے نہیں ہوں گے تو گناہ کا یہ سلسلہ خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔

اخبار میں جو اسلامی صفحات دیئے جاتے ہیں ان سے مقصود اسلام کی خدمت

نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جو دیندار لوگ اخبار نہیں خریدتے وہ بھی اس سلسلے سے متاثر ہو کر خریدار بن جائیں، دوسرے لوگ تو پہلے سے خریدار ہیں ہی۔

❾ اگر کوئی یہ کہے کہ ان شرائط کی رعایت کرتے ہوئے پڑھوں گا تو اولاً تو کسی نہ کسی شرط کی زد میں آئے گا، اگر بہت ہی بچ کر اور شرائط کی رعایت کر کے دیکھا تو اس کی مثال افیون جیسی ہے کہ اگر ایک روز تھوڑی سی کھالی، دوسرے روز پھر تھوڑی سی کھالی تو ہوتے ہوتے اس کی عادت پڑ جائے گی، اس کے بغیر چین نہیں آئے گا، اسی طرح ایک روز پانچ منٹ اخبار دیکھے گا دوسرے روز طبیعت کا تقاضا ہو گا کہ دس منٹ دیکھے اسی طرح آہستہ آہستہ روزانہ دیکھنے کی عادت پڑ جائے گی پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اخبار دیکھے بغیر چین نہیں آئے گا اس لئے شروع ہی سے پرہیز کیا جائے۔

❿ بسا اوقات پریشان کن خبریں ہوتی ہیں جنہیں پڑھ کر پریشان ہوتے ہیں جس سے دین و دنیا اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔

اگر کسی کو کوئی خاص ضرورت ہو تو بوقت ضرورت بقدر ضرورت پڑھ سکتے ہیں، پڑھنے سے پہلے غور کر کے فیصلہ کریں کہ نہیں پڑھیں گے تو کیا نقصان ہو گا۔ قرآن کی خبریں پڑھا کریں، قرآن میں ماضی، حال، مستقبل کی سب خبریں ہیں، روز ازل سے لے کر قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد کی بھی سچی اور یقینی خبریں ہیں جنہیں پڑھنے سے دنیا و آخرت دونوں کی سب پریشانیوں کا علاج ہو جاتا ہے اور راحت و سکون کی حیات طیبہ نصیب ہوتی ہے۔

اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں سے باخبر رہنا فرض ہے مگر اس مقصد کے لئے ہر شخص کو اخبار پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ بعض باصلاح حضرات کا بقدر ضرورت دیکھ لینا کافی ہے۔

پانچویں جلد ختم

آگے چھٹی جلد

کل ۱۱ جلدیں ہیں

دوست دشمن سب ترے مجذوب قائل ہیں مگر
کون قائل ہے زباں سے کون قائل دل سے ہے
مجذوب

انوار الرشید

فقیہ العصر شیخ الحدیث مفتی اعظم
حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم

کے

نصیحت آموز و بصیرت افروز حالات و ارشادات

جن کے مطالعہ سے بیشمار لوگوں کی زندگیوں میں ایسا انقلاب عظیم
آگیا کہ وہ دنیا ہی میں جنت کے مزے لے رہے ہیں

پانچ ضخیم جلدیں